مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com
پرانے قصے کہانیاں، جدید اندازِ تحریر
صیحت آموز کہانیاں

ٹیڈی بیئر کا بُخار
تحریر: معظم جاوید بخاری

تحریر: معظم جاوید بخاری

ٹیڈی بیئر کا بخار

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ٹیڈی بیئر سکول سے واپس لوٹا تو اس کی طبیعت بوجھل ہو رہی تھی۔ اس نے گھر پہنچ کر سب سے پہلے بستہ ایک طرف رکھا اور پھر سکول کا یونیفارم اُتار کر گھر کے کپڑے پہنے۔ اس کی ممی نے اس سے پوچھا کہ ''کھانا کھاؤ گے؟'' تو اس نے منع کر دیا کیونکہ اس کا دل کھانا کھانے کو نہ چاہ رہا تھا۔ ممی نے جب اس کی مرجھائی صورت دیکھی تو اُسے شک گزرا کہ ٹیڈی بیئر کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ممی نے اسے قریب بلایا اور اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو اس کا ماتھا گرم ہو رہا تھا۔

ممی نے اس کا منہ ٹھنڈے پانی دُھلایا تا کہ بخار کی شدت کچھ کم ہو۔ ٹیڈی بیئر نے ممی کو کہا کہ ''وہ بلاوجہ پریشان ہو رہی ہے، اسے کچھ نہیں ہوا۔ سکول سے واپسی کی تھکن ہو رہی ہے جو کچھ دیر بعد ختم ہو جائے گی۔'' ممی نے کہا کہ ''وہ آرام سے بستر میں لیٹ جائے کیونکہ اسے بخار ہو رہا ہے۔ وہ اس کیلئے گرم گرم دودھ لاتی ہے۔'' ٹیڈی بیئر کا جی اکتایا سا تھا اسے دودھ پینے کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ اس نے ممی کو کہا کہ ''وہ ابھی دودھ نہیں پینا چاہتا۔'' مگر ممی نے اس کی ایک نہیں سنی اور گرم دودھ لا کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ ٹیڈی بیئر نے نہ چاہتے ہوئے بھی دودھ پیا اور پھر ممی کے اصرار پر بستر

میں لیٹ گیا۔ اس کا دل دوسرے کمرے میں پڑا تھا جہاں اس کے ساتھی کھلونوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔
ٹیڈی بیئر نے کچھ دیر بستر میں آرام کیا جب اس کا دل بے چین سا ہو گیا تو وہ بستر میں سے نکل کر دوسرے
کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا تو اس کا ساتھی ڈوگی اور مانو دونوں پلاسٹک کے ٹکڑوں
کو جوڑ کر پل بنا رہے تھے۔ ڈوگی نے جب ٹیڈی بیئر کی شکل دیکھی تو اس نے ہنس کر اسے اپنے پاس بلایا۔ مانو
بھی اسے دیکھ کر بڑی خوش ہوئی۔ اس نے ٹیڈی بیئر سے کہا کہ ''وہ دونوں کب سے اس کی راہ دیکھ رہے ہیں۔
آج وہ اتنی دیر سے سکول سے واپس لوٹا ہے، خیریت تو ہے۔'' ٹیڈی بیئر نے انہیں بتایا کہ ''وہ تو کب کا سکول
سے واپس آ چکا ہے ممی نے اسے دودھ پلا کر بستر میں لٹا دیا تھا کیونکہ ممی کا کہنا ہے کہ مجھے بخار ہے۔'' ڈوگی اور
مانو نے جب یہ سنا کہ ٹیڈی بیئر کو بخار ہو گیا ہے تو وہ دونوں پیچھے ہٹ گئے۔ انہوں نے کہا کہ ''تم پہلے ڈاکٹر کے
پاس جاؤ اور دوا لے کر کھاؤ پھر ہمارے ساتھ آ کر کھیلنا کیونکہ ممی کہتی ہیں
کہ بیمار بچوں کو جراثیم چمٹ جاتے ہیں اور جو کوئی ان کے ساتھ کھیلتا
ہے تو وہ جراثیم انہیں بھی لگ جاتے ہیں۔ ہم تمہارے ساتھ نہیں
کھیلیں گے۔'' ٹیڈی بیئر نے جب ان کی بات سنی تو وہ روٹھ
کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ اس نے کہا کہ ''آج مجھے بخار
ہوا ہے تو تم لوگ مجھ سے دور بھاگ
رہے ہو کل جب تمہیں بخار ہو
جائے گا تو میں بھی تمہارے ساتھ نہیں
کھیلوں گا۔'' ڈوگی اور مانو نے اسے سمجھایا کہ
''بخار گندے جراثیموں سے چڑھتا
ہے اور گندے جراثیموں سے
ہمیشہ بچ کر رہنا چاہئے۔
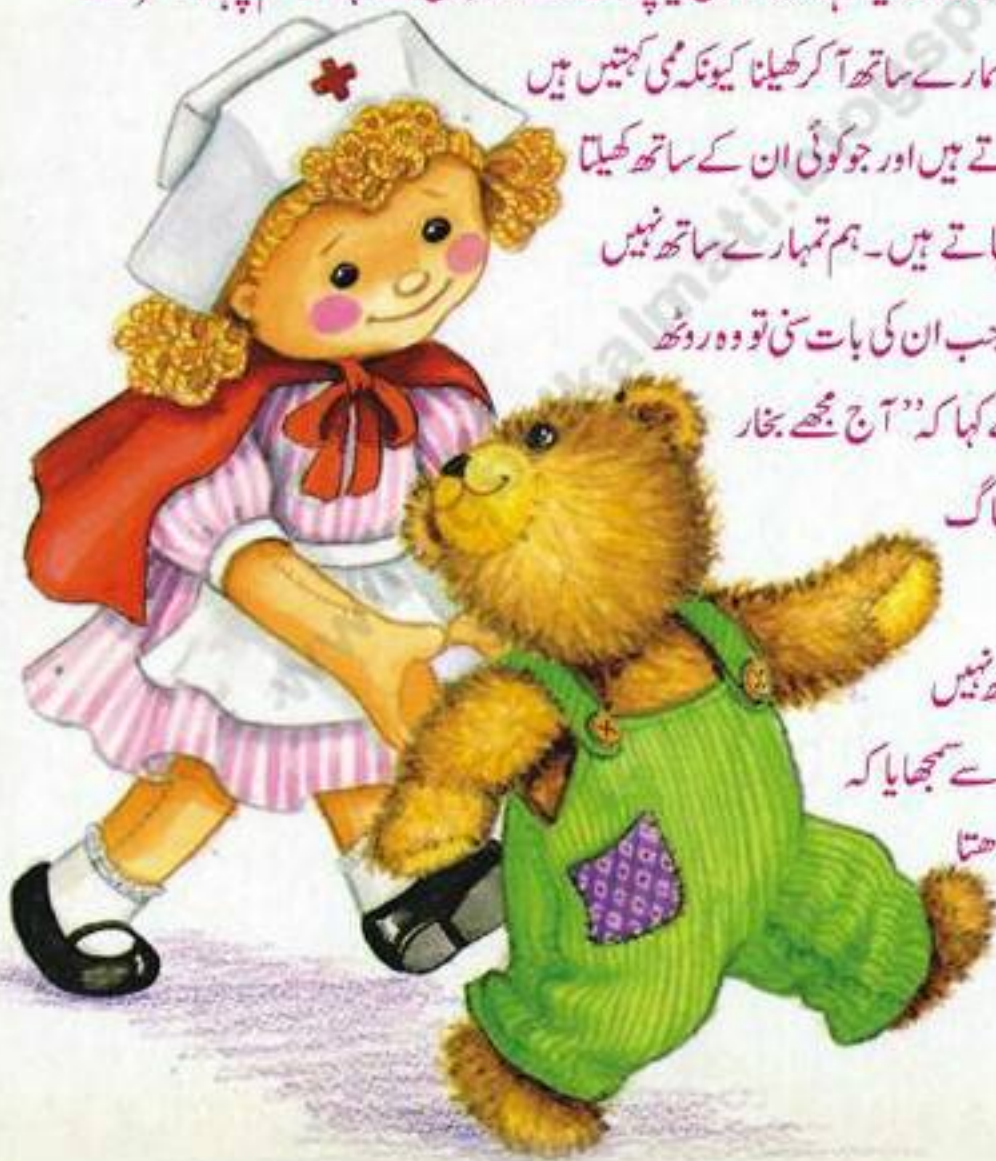
اب تمہیں یہ جراثیم لگ گئے ہیں تو تمہیں خود غرض نہیں بننا چاہئے بلکہ تمہیں اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو ان سے بچانا چاہئے۔" ٹیڈی بیئر یہ سن کر بڑا شرمندہ ہوا۔ وہ واپس اپنے کمرے میں لوٹ آیا۔ ٹیڈی بیئر کی ممی نے اس کے پاپا کو فون کر کے اطلاع کر دی تھی۔ پاپا نے کلینک پر فون کر کے ڈاکٹر کو ہدایت کہ وہ ٹیڈی بیئر کا معائنہ کر کے اسے دوا دے۔ ڈاکٹر نے اپنی نرس کو ٹیڈی بیئر کے گھر بھیجا تا کہ وہ اسے ساتھ لے کر کلینک پر آ جائے۔ نرس ٹیڈی بیئر کے گھر پہنچی تو ممی نے ٹیڈی بیئر کو اس کے ساتھ بھیج دیا۔ نرس ٹیڈی بیئر کی انگلی پکڑ کر اسے کلینک لے گئی۔ ٹیڈی بیئر اس کے ہنستا کھیلتا ہوا کلینک پہنچ گیا۔ نرس نے کلینک پہنچ کر اسے ایک سٹول پر بٹھا دیا اور خود ڈاکٹر کو مطلع کرنے چلی گئی۔ تھوڑی بعد وہ واپس آ گئی اور اس نے بتایا کہ ڈاکٹر ابھی دوسرے مریض کو دیکھنے میں مصروف ہے جونہی وہ فارغ ہو جائے گا تو اس کا چیک اپ کرے گا۔ ٹیڈی بیئر نے اچھے بچے کی طرح اثبات میں سر ہلا دیا۔ نرس نے اسے کہا کہ وہ اپنے کپڑے اتار دے تا کہ اس کا مکمل چیک اپ ہو سکے۔ ٹیڈی بیئر نے اسٹول پر بیٹھے بیٹھے اپنی سبز پینٹ اتار دی۔ وہ صرف چڈی پہنے ہوئے تھا۔ نرس نے اسے چیک اپ بیڈ پر بٹھا دیا۔ بیڈ کا گدا بڑا نرم تھا۔ ٹیڈی بیئر اچھل اچھل کر کھیلنے لگا۔ نرس نے اسے منع کیا کہ "وہ آرام سے بیٹھے ورنہ وہ اسے بیڈ سے اتار کر زمین پر کھڑا کر دے گی۔"

ٹیڈی بیئر ڈانٹ سن کر دبک کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر سفید گاؤن پہنے، گلے میں سٹیتھوسکوپ ڈالے وہاں آ گیا۔ اس نے عینک لگا رکھی تھی۔ ڈاکٹر نے آ کر ٹیڈی بیئر کی

طبیعت کے بارے میں پوچھا۔نرس نے بتایا کہ اسے کافی تیز بخار معلوم ہوتا ہے۔ڈاکٹر نے نرس کو ہدایت کی کہ وہ اسے ویٹ مشین پر کھڑا کر کے اس کا وزن نوٹ کرے۔نرس نے ٹیڈی بیئر کا لباس لے کر ہینگر پر ٹانگ دیا اور اسے گود میں اُٹھا کر ویٹ مشین پر لا کھڑا کیا۔اس نے ویٹ مشین کا بٹن دبایا تو قد ماپنے والا فیتہ ٹیڈی بیئر کے سر کے پاس آگیا اور مشین کا کنڈا گھومتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔نرس نے ٹیڈی بیئر کا وزن نوٹ کر کے ڈاکٹر کو بتایا جو اس وقت تھرمامیٹر نکال رہا تھا۔ڈاکٹر نے قد کی پیائش کے لحاظ سے حساب لگاتے ہوئے ٹیڈی بیئر کو بتایا کہ ''اس کا وزن کافی کم ہے، اس کی عمر اور قد کے لحاظ سے وزن زیادہ ہونا چاہئے۔وہ یقیناً دودھ نہیں پیتا اور پھل نہیں کھاتا۔'' ٹیڈی بیئر نے ہنس کر جواب دیا کہ ''وہ ڈھیر ساری ٹافیاں اور چاکلیٹ کھاتا ہے۔سوڈا خوب پیتا ہے۔اس کا پیٹ خوب اچھی طرح بھر جاتا ہے۔'' ڈاکٹر نے برا منہ بنایا اور اسے آگاہ کیا کہ ''ٹافیاں اور چاکلیٹ سے پیٹ نہیں بھرتا بلکہ وہ کئی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔اسے ٹافیوں اور چاکلیٹ کے بجائے دودھ، پھل اور اناج کھانا چاہئے جو جسم کی صحیح نشوونما کرتے ہیں۔'' ٹیڈی بیئر یہ سن کر حیران رہ گیا کہ ٹافیاں اور چاکلیٹ اس کے جسم کو نقصان پہنچاتے ہیں۔اس نے ڈاکٹر سے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ اس بارے میں احتیاط کیا کرے گا۔نرس نے ٹیڈی بیئر کو چیک اپ بیڈ پر دوبارہ بٹھا دیا تھا۔ڈاکٹر نے اس کے منہ میں تھرمامیٹر ڈال دیا اور اس کا بازو پکڑ

کر نبض دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر نے اس کے منہ سے تھرما میٹر نکال کر دیکھا تو اسے کافی تیز بخار ہو رہا تھا۔ اس نے کہا کہ ''وہ اس کیلئے دوا بنا دیتا ہے گھر جا کر وہ دوا کھا کر آرام کرے شام تک بخار اتر جائے گا۔'' ٹیڈی بیئر یہ سن کر بڑا خوش ہوا۔ ڈاکٹر نے ایک آلے کی مدد سے اس کے کانوں کا معائنہ کیا۔ وہ پنسل ٹارچ کی روشنی سے اس کے کان میں جھانک رہا تھا۔ ڈاکٹر نے ٹیڈی بیئر کو بتایا کہ ''اس کے کانوں میں بڑا میل جمع ہو چکا ہے۔ وہ منہ دھوتے وقت کانوں میں انگلی ڈال کر انہیں صاف نہیں کرتا، اگر اس نے یہ بے احتیاطی کچھ دنوں تک جاری رکھی تو کانوں میں پھنسیاں نکل آئیں گی اور کانوں میں بڑا درد ہوگا۔'' ٹیڈی بیئر نے کہا کہ ''وہ آئندہ اپنے کانوں کو روز انگلی ڈال کر صاف کیا کرے گا۔'' ڈاکٹر نے کہا کہ ''وہ ذرا اپنا منہ کھول کر اسے دانت بھی چیک کرائے۔'' ٹیڈی بیئر جلدی سے بولا کہ ''وہ روزانہ صبح ٹوتھ برش کرتا ہے، اس کے دانت گندے ہو ہی نہیں سکتے۔'' ڈاکٹر نے جب اس کے دانتوں کا معائنہ کیا تو وہ ہنس کر بولا۔ ''اس کے دانت سامنے کی طرف سے صاف دکھائی دیتے ہیں مگر اندر کی طرف سے پیلے ہو رہے ہیں، وہ صحیح طرح سے برش نہیں کرتا۔ دانتوں کے پیچھے بھی برش کرنا چاہئے تاکہ وہاں جمی ہوئی چکنائی اور میل دھل جائے۔ اگر یہ میل زیادہ دن تک جمی رہ جائے تو اس میں سڑاند پیدا ہو جاتی ہے جو گندے جراثیم پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ یہ جراثیم نہ صرف دانتوں کو اندر

ہی اندر سے کھوکھلا کر کے خراب کر دیتے ہیں بلکہ خوراک کے ساتھ پیٹ میں جا کر کئی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔'' ٹیڈی بیئر یہ سن کر پریشان ہو گیا۔ ڈاکٹر نے ایک برش کے ساتھ دوا لگا کر اس کے دانتوں کو اچھی طرح صاف کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر نے اس کی کمر پر اسٹیتھو سکوپ کی مدد سے دل کی دھڑکن چیک کی۔ وہ کچھ دیر تک اپنے چیک اپ میں مصروف رہا۔ اس کے بعد اس نے ایک کاغذ پر ٹیڈی بیئر کی تفصیلی رپورٹ لکھی اور اس کیلئے دوائیں تجویز کیں۔ اس نے وزن بڑھانے والا ایک سیرپ دیا جس کا ذائقہ بڑا میٹھا تھا۔ اس کے بعد اس نے نرس کو ایک چٹ لکھ کر دی کہ وہ ڈسپنسری سے ٹیڈی بیئر کی دوا بنوا کر لائے۔ نرس چٹ لے کر چلی گئی۔ ڈاکٹر ٹیڈی بیئر سے باتیں کرنے لگا۔ ٹیڈی بیئر نے سوال کیا کہ ''ڈاکٹر صاحب! یہ بخار کیوں چڑھ جاتا ہے؟'' ڈاکٹر نے ہنس کر بتایا کہ ''ہمارے جسم میں کئی طرح غدود ہوتے ہیں جو اپنے اپنے افعال انجام دیتے ہیں۔ جب ہم کوئی غذا کھاتے ہیں تو وہ حلق کی نالی سے اتر کر سیدھی پیٹ میں چلی جاتی ہے۔ وہاں معدہ نام کا ایک عضو ہوتا ہے جو بالکل مشکیزے کی شکل جیسا ہوتا ہے۔ غذا اس میں جمع ہو جاتی ہے۔ وہاں موجود غدود خوراک کو ہضم کرنے والا مادہ معدے میں بھیجتے ہیں۔ یہ مادہ جنہیں رطوبت کہا جاتا ہے، غذا کے ساتھ مل کر اسے پتلا کر دیتے ہیں۔ غذا میں موجود توانائی والے اجزا وہاں سے نکل کر خون میں شامل ہو جاتے ہیں اور غیر ضروری غذا معدے سے نکل

کر آگے بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم زیادہ کھاتے ہیں یا تیز مرچ مسالے دار چیزیں کھاتے ہیں تو غدود اپنا کام صحیح طرح انجام نہیں دے پاتے اور غذا میں زہریلا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زہریلے پن کو خارج کرنے کیلئے ہمارے بدن میں باریک باریک چھلنی دار سوراخ بنا رکھے ہیں، جو اس زہریلے پن کو پسینے کی صورت میں بدن سے باہر نکال دیتے ہیں۔ زہریلے مادے کی زیادہ مقدار پیشاب اور پاخانے کی صورت میں جسم میں سے خارج ہو جاتی ہے۔ یوں انسان صحت مند و توانا رہتا ہے۔ جب پسینے والے مسام یا سوراخ میل کچیل اور گرد دھول سے بند ہو جاتے ہیں تو یہ زہریلا مادہ جسم سے صحیح طور پر خارج نہیں ہو پاتا۔ جس کی وجہ سے جسم کے اندر تیز حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حرارت کی وجہ سے جسم کے سارے عضو تپ جاتے ہیں اور صحیح طور پر کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ جب یہ معاملہ انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو دماغ کو چکر آنے لگتے ہیں اور آنکھوں میں سے آگ نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ پورا بدن درد کرتا ہے، جوڑوں میں اکڑا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی کیفیت کو بخار کہتے ہیں۔ بخار سے بچنے کیلئے احتیاطی تدابیر کرنا چاہئے۔ روزانہ نہانا چاہئے تاکہ پسینے والے مسام یا سوراخ بند نہ ہو سکیں۔ دانتوں کو صاف رکھنا چاہئے کیونکہ منہ کے ذریعے جراثیم پیٹ میں جا کر بخار کی کیفیت پیدا کرتے

دن میں کئی بار کلی کرنا چاہئے اور خاص طور پر کھانا کھانے کے فوراً بعد لازمی طور پر برش کرنا چاہئے۔'' ٹیڈی بیئر بڑے غور سے ڈاکٹر کی باتیں سن رہا تھا کیونکہ اسے ان میں کئی باتیں تو معلوم ہی نہیں تھیں۔

کچھ دیر بعد جب نرس واپس لوٹی تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا لفافہ تھا جس میں ٹیڈی بیئر کیلئے دوا تھی جبکہ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک ٹیکہ تھا۔

ٹیکے کو دیکھ کر ٹیڈی بیئر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ڈاکٹر نے اسے تسلی دی اور بڑے پیار سے ٹیکہ اس کے بازو میں لگا دیا۔ ٹیکے کی چبھن سے ٹیڈی بیئر کی سسکی نکل گئی۔ وہ خوف کے مارے رونے لگا۔ ڈاکٹر نے اسے پیار سے سمجھایا بجھایا کہ ٹیکہ لگانا بہت ضروری تھا کیونکہ اسے کافی تیز بخار ہے جو صرف ٹیکے سے ہی جلدی اتر سکتا ہے۔ نرس نے ٹیڈی بیئر کو ایک غبارہ دیا۔ غبارہ پا کر وہ خوش ہو گیا۔ نرس نے اسے کپڑے پہنائے اور انگلی سے پکڑ کر کلینک سے باہر لے آئی۔ باہر اس کے پاپا اپنی گاڑی میں بیٹھے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ٹیڈی بیئر نے پاپا کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ نرس نے ٹیڈی بیئر کی دوائیں پاپا کے حوالے کیں، ٹیڈی بیئر اچھل کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ پاپا اسے ساتھ لے کر گھر چلے آئے۔ ٹیکے کی وجہ سے اور بروقت دوا کھانے سے ٹیڈی بیئر کا بخار شام تک اتر گیا تھا۔

وہ اب اپنے دوستوں کے ساتھ کھیل سکتا تھا کیونکہ گندے سب جراثیم ٹیکہ لگنے کی وجہ سے مر چکے تھے۔
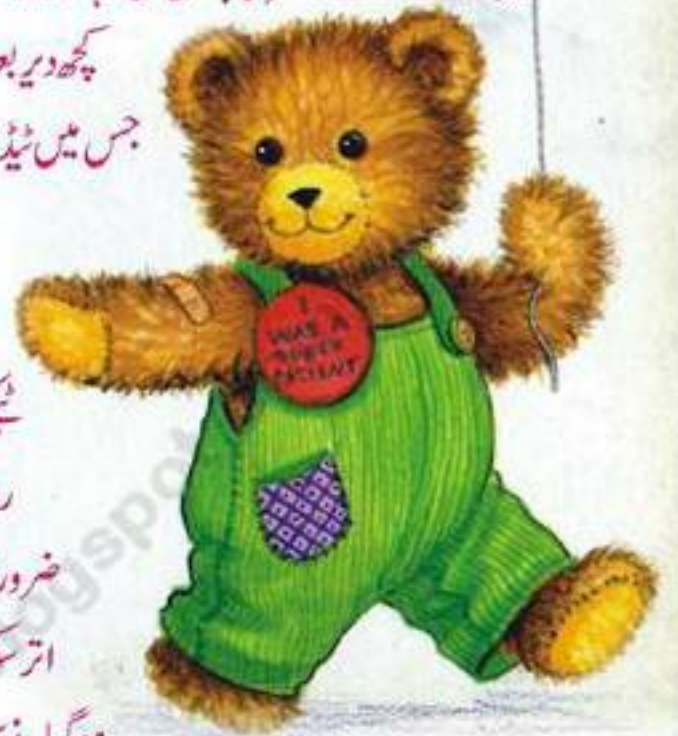
سویا ہوا بھالو
تحریر: معظم جاوید بخاری

سویا ہوا بھالو

تحریر: معظم جاوید بخاری

یہ ایک پہاڑی جنگل کی کہانی ہے جہاں موسم سرما کے آغاز میں ہی برف باری شروع ہو جاتی تھی۔ پورا جنگل برف سے ڈھک جاتا اور یوں دکھائی دیتا گویا جیسے اس نے سفید چادر اوڑھ رکھی ہو۔ درختوں کی شاخوں اور پتوں پر برف کی تہہ بیٹھ جاتی جس کی وجہ سے پرندے اس پر بیٹھ نہ پاتے اور نہ ہی پتے کھانیوالے جانوروں کو سبز سبز پتے دکھائی دیتے۔ جب تک یہ برف پگھل نہیں جاتی تھی اتنے دن تک جنگل میں عجیب سی اُداسی اور سناٹا چھایا رہتا۔ یہ موسم سرما کے آغاز کی بات ہے جب پہلی برف باری پڑی۔ جنگل میں موجود سب جانور برف باری سے بچنے کیلئے اپنی اپنی پناہ گاہوں کی طرف بھاگے۔ پرندوں نے درختوں کی کھوہ میں پناہ لی۔ ہر طرف افراتفری کا منظر تھا۔ برف باری آہستہ آہستہ شدت پکڑ رہی تھی۔ درخت برف سے لدنے لگے۔ ٹھنڈی ہوا نے سب پر کپکپی سی طاری کر دی۔ ایسے میں ایک جنگلی بھالو برف سے بچتا ہوا اپنی کھوہ کی طرف روانہ ہوا۔ جو کہ جنگل کے بیچوں بیچ میں ایک چھوٹی پہاڑی کی غار میں واقع تھی۔ وہ برف سے بھیگ چکا تھا۔ اس نے غار کے دہانے پر پہنچ کر اپنے جسم کو اچھی جھاڑا۔ جسم پر چپکی ہوئی برف جھڑ کر زمین پر گر گئی۔ بھالو اپنی کھوہ میں بیٹھ کر برف باری کے بند ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ انتظار کرتے کرتے اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ گہری نیند سو گیا۔ ابھی

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک چوہا
بھیگتا ہوا اس غار کے پاس پہنچا۔
اس نے جان بچانے کیلئے اسی غار
میں پناہ لینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے غار
میں آ کر تنکے اور خشک پتے اکٹھے کر کے آگ
جلائی اور سینکنے لگا۔ آگ کی حرارت سے اسے کچھ
سکون ملا اور کپکپی ختم ہوگئی۔ آگ کی روشنی میں اس کی نظر بھالو پر پڑی تو وہ گھبرا گیا۔ بھالو سو رہا تھا۔ اس نے سوچا
کہ جب تک بھالو جاگے گا برف باری ختم ہو چکی ہوگی۔ وہ اطمینان سے اپنے گھر کی طرف چلا جائے
گا۔ اچانک چوہے نے دیکھا کہ آگ دھیمی پڑ رہی ہے تو اسے خوف پیدا ہوا کہ کہیں وہ بجھ نہ جائے۔
اس نے غار میں سوکھے تنکے اور پتے اکٹھا کرنا شروع کر دیئے۔ وہ تنکوں اور پتوں کے ڈھیر کو دھکیلتا
ہوا آگ کے قریب لایا اور ان میں کچھ آگ میں جھونک دیئے۔ آگ پھر سے بھڑک اٹھی۔

آگ جلنے سے غار میں کچھ گرمائی ہوگئی اور باہر کی سردی کا اثر ماند پڑنے لگا۔
چوہا آگ کے پاس اکیلا بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اگر اسے صبح
احساس ہو جاتا کہ

آج برف باری ہو گی وہ جلد ہی گھر لوٹ جاتا۔ اس کے گھر والے اس کے بارے میں فکر مند ہو رہے ہوں گے۔
کچھ ہی دیر گزری تھی کہ وہاں ایک خرگوش آ پہنچا۔ وہ بھی برف باری سے بچنے کیلئے پناہ گاہ ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ برف باری سے پریشان تھا اور بری طرح کانپ رہا تھا۔ اس کا چہرہ سردی سے سفید پڑ چکا تھا۔ اس نے غار کے دہانے میں چڑھ کر دیکھا تو اسے اندر ہلکی سی روشنی دکھائی دی۔ اس نے جب غور سے دیکھا تو اسے یوں لگا جیسے غار کے اندر ننھی سی آگ روشن ہو۔ وہ ڈرتا ڈرتا غار کے اندر داخل ہو گیا۔ اس کی نظر جب چوہے پر پڑی تو اسے کچھ اطمینان ہوا۔ اس نے چوہے سے اجازت لی اور اس کے قریب بیٹھ کر آگ سینکنے لگا۔ وہ سردی سے بری طرح کانپ رہا تھا۔ برف نے اس کے سارے بدن کو بھگو ڈالا تھا۔ وہ اپنے سفید بالوں میں سے پانی نچوڑنے لگا۔ خرگوش کے پاس کچھ برتن تھے، جن ایک کیتلی اور چند کپ شامل تھے۔ اس نے چوہے سے پوچھا کہ کیا وہ چائے بنانا جانتا ہے تو چوہے نے اثبات میں جواب دیا
اور کہا کہ وہاں پر نہ تو دودھ ہے، نہ چینی
اور نہ ہی پتی...... وہ چائے کیسے
بنائے گا۔ خرگوش نے ہنس کر

بتایا کہ اس کے پاس سارا سامان ہے کیونکہ وہ گھر سے سودا سلف خرید نے نکلا تھا۔ وہ سودا سلف خرید کر واپس جارہا تھا کہ راستے میں برف باری شروع ہوگئی ۔ چوہے نے اس سے چائے کا سامان لیا اور چائے بنانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ خرگوش نے آگ میں کچھ تنکے اور پتے اور ڈالے جس سے آگ زیادہ روشن ہوگئی۔ چوہے نے اس سے کیتلی لی اور اس میں تھوڑی سی برف ڈال کر اسے آگ پر چڑھا دیا، تھوڑی ہی دیر میں برف پگھل کر پانی بن گئی۔ اچانک چوہے کی نظر ایک طرف پڑی ہوئی بھنی ہوئی مکئی پر پڑی، وہ زمین پر بکھری ہوئی تھی۔

چوہا لپک کر اس کے پاس پہنچا اور مکئی اکٹھی کر کے آگ کے پاس چلا آیا۔ خرگوش کی نظر سوئے ہوئے بھالو پر پڑی تو گھبرا گیا۔ چوہے نے اسے تسلی دی کہ اس کے بیدار ہونے سے پہلے وہ غار سے چلے جائیں گے۔ اسی وقت ایک لدھر سردی سے بچتے بچاتے وہاں آپہنچا۔ اس نے اپنی پیٹھ پر ایک تھیلا اٹھا رکھا تھا جس میں خشک

بادام کی گریاں تھیں۔ لدھر نے غار کے منہ پر ٹھہر اس کا جائزہ لیا۔ وہ تسلی کر لینا چاہتا تھا کہ کہیں غار میں کوئی ایسا جانور تو موجود نہیں ہے جس سے اسے جان کا خطرہ درپیش ہو۔ جب اس نے غار میں آگ روشن دیکھی تو وہ بڑا حیران ہوا۔ اس کی ہمت بڑھی تو محتاط قدموں سے اندر آ گیا۔ اسے غار میں سفید خرگوش اور ایک چھوٹا چوہا دکھائی دیا جو الاؤ کے گرد بیٹھے آگ سینک رہے تھے۔ اس نے سمجھا کہ یہ غار خرگوش کی ملکیت ہے، اسی لئے اس نے سلام کرنے کے بعد خرگوش سے کچھ وہاں ٹھہرنے کی اجازت طلب کی۔ خرگوش نے بتایا کہ وہ تو خود مسافر ہے، یہ چوہا پہلے سے یہاں موجود تھا۔ لدھر نے چوہے کی طرف دیکھا تو چوہا ہنسنے لگا۔ اس نے کہا کہ یہ غار دراصل اس بھالو کی ملکیت ہے، وہ بھی یہاں کچھ دیر پناہ کیلئے آیا ہے۔ لدھر نے جب سوئے ہوئے بھالو کی طرف دیکھا تو وہ سہم سا گیا۔ چوہے نے اسے تسلی دی اور کہا وہ بھی ان کے ساتھ وہاں ٹھہر جائے جب برف باری بند ہو جائے گی تو وہ سب اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ لدھر نے چوہے اور خرگوش کی مہربانی پر انہیں چند بادام کی

گریاں نکال کر دیں۔ دونوں
نے شکریئے کے ساتھ گریاں
لے لیں کیونکہ بادام کھانے
سے انہیں سردی سے لڑنے میں
آسانی ہوتی۔ چوہے نے ایک
کپ میں چائے نکال کر اسے دی۔
لدھڑ نے جب چائے پی تو اسے بڑا
سکون ملا۔ اس نے خوش ہو کر انہیں اور بادام دیئے۔
وہ سب آگ کے گرد بیٹھ کر چائے پینے لگے۔ چائے پینے سے ان کی کپکپی کافی حد تک کم ہو چکی تھی۔ ابھی کچھ ہی
دیر گزری تھی کہ غار کا دہانہ دیکھ کر وہاں ایک کوا، ایک چڑیا، ایک گلہری اور ایک چیل بھی آ پہنچے۔ انہوں نے جب
غار میں آگ جلتی ہوئی دیکھی تو وہ بڑے خوش ہوئے۔ سردی کے مارے ان کی گھگی بندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے
اس پناہ گاہ کو اپنے لئے نعمت خداوندی سمجھا اور اندر چلے آئے وہاں پہلے سے چوہا، خرگوش اور لدھڑ موجود تھے۔
انہوں نے ان مسافروں کو بھی وہیں رُکنے کی اجازت دے دی۔ وہ سب آگ کے الاؤ کے گرد سکڑ کر بیٹھ گئے۔

جوں جوں وقت گزرتا چلا گیا۔ ان سب کے جسم پر چھائی کپکپی دور ہوگئی اور غار کی گرمائی میں وہ سکون لینے لگے۔ چائے ختم ہو چکی تھی اور ان سب کو بڑے زور کی بھوک لگ رہی تھی۔ سب نے مل فیصلہ کیا کہ ان کے پاس جو کچھ ہے اسے بڑے برتن میں ڈال کر سوپ بنایا جائے اور اس سوپ سے بھوک کا خاتمہ کیا جائے۔ سب نے اپنے پاس موجود اشیاء اس بڑے برتن میں ڈالنا شروع کردیں۔ جب برتن منہ تک بھر گیا تو انہوں نے باہر سے برف لا کر اس میں ڈال کر اسے آگ پر چڑھا دیا۔ خرگوش تنکے اور پتے آگ میں ڈال کر اسے بھڑکا تا رہا۔ سوپ جب پکنے لگا تو پورے غار میں بھینی بھینی مہک پھیل گئی۔ وہ سب بڑے خوش ہوئے اور جوش میں آکر وہ سب جھومنے ناچنے لگے۔ وہ اچھل کود کر رہے تھے اور اپنی اپنی آوازیں لگا رہے تھے۔ پورے غار میں ان کا شور وغل پھیل گیا۔ وہ سوئے ہوئے بھالو کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ بھالو اپنے قریب عجیب سی آوازیں سن کر بیدار ہو گیا۔ اس

نے زوردار جمائی لی تو آگ پر لگایا ہوا لکڑی کا سٹینڈ ایک طرف لڑھک گیا۔ بھالو کی صورت دیکھ کر وہ سب ڈر گئے۔ سوپ کا برتن آگ میں گر چکا تھا۔ بھالو نے کے منہ سے خرخراہٹ سن کر سب نے غار سے باہر دوڑ لگا دی۔ بھالو نے جب اُٹھ کر آگ اور برتن دیکھا تو اسے کچھ کچھ سمجھ آنے لگی۔ وہ سمجھ گیا کہ شور وغل کرنے والے مسافر اس سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ اس نے جلدی سے باہر نکل کر انہیں واپس بلایا۔ وہ ڈرتے ڈرتے غار میں چلے آئے بھالو ان کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آیا اور یوں ان سب میں دوستی ہو گئی۔ سب نے سوپ مل کر پیا اور خوب مستی کی۔

ناسمجھی کا پھل
تحریر: معظم جاوید بخاری

ناسمجھی کا پھل
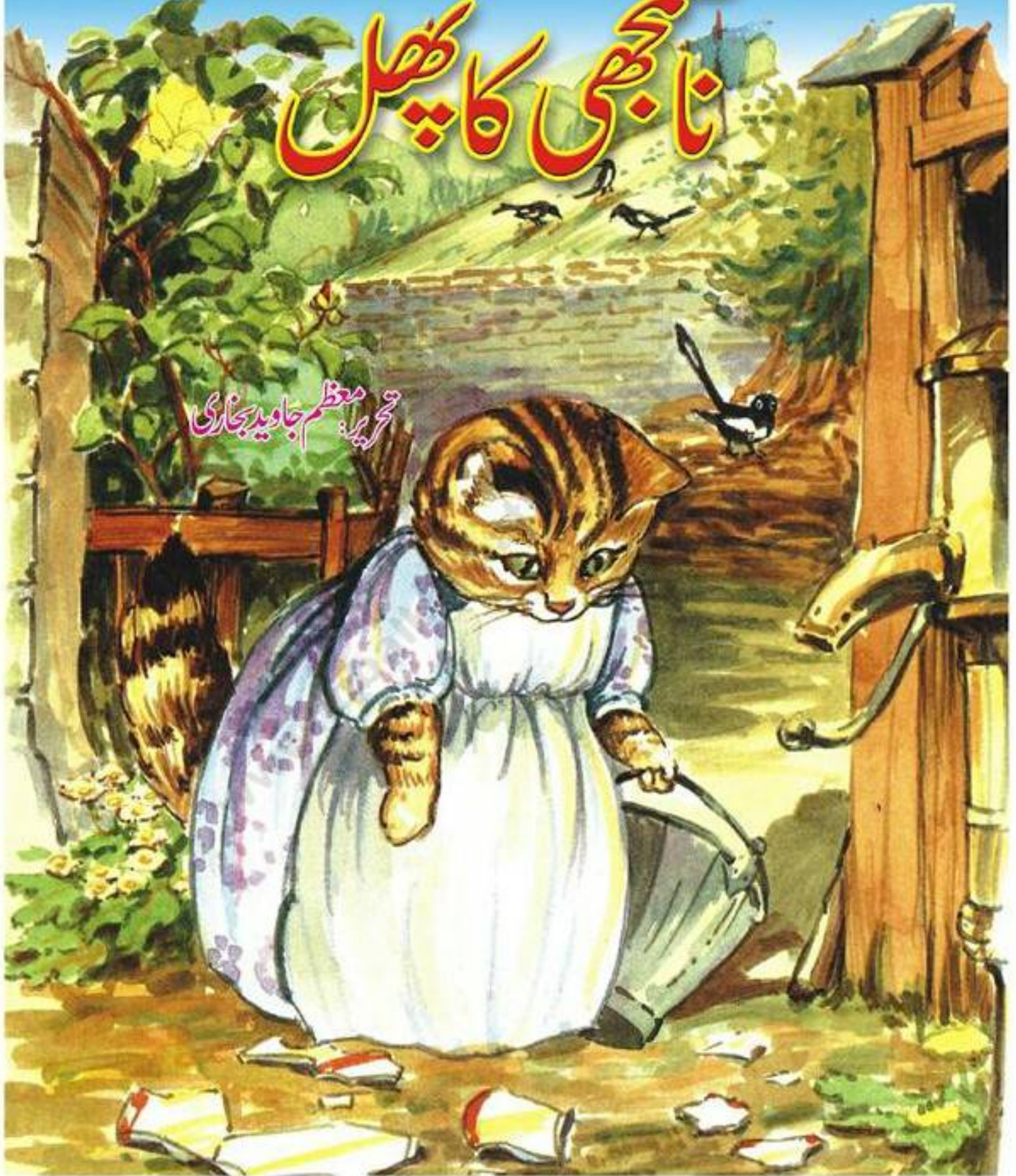
تحریر: معظم جاوید بخاری

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی قصبے میں ایک مالدار بلی رہتی تھی جس کا نام گلبانو تھا۔ وہ خود کو شاعرہ کہلوانا بڑا پسند کرتی تھی اور ناقص قسم کے شعر لکھ لکھ کر ہر کسی سے داد حاصل کرنے کی خواہشمند رہتی۔ لوگ اس کی فضول شاعری سے تنگ آ کر اس سے دور ہو گئے۔ وہ تنہا گھر میں بیٹھی کاغذ پر شعر لکھتی رہتی جب کوئی غزل پوری ہو جاتی ہے تو اس کی نقلیں بنا کر وہ لوگوں میں بانٹ دیتی۔ لوگ اس کی حماقت پر دل میں خوب ہنستے اور غزل کے کاغذ کو اِدھر اُدھر پھینک دیا کرتے۔ ایک دن اس قصبے میں ایک کالا لومڑ چلا آیا۔ اسے دیکھ کر قصبے میں کسی نے منہ نہ لگایا۔ دراصل لوگ لومڑ کو پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ اس عیار و مکار جانور سے بچ کر رہنا بہتر سمجھتے تھے کیونکہ لومڑ ہمیشہ دھوکہ دہی سے کام نکالتا تھا۔ کالا لومڑ اپنے کسی کام سے قصبے میں آیا تھا۔ اسے وہاں ایک رات قیام کرنا تھا اتفاق سے بلی نے اس دن کوئی نئی غزل لکھی اور اس کی نقلیں قصبے کے لوگوں میں بانٹ دیں۔ ایک کاغذ لومڑ کے
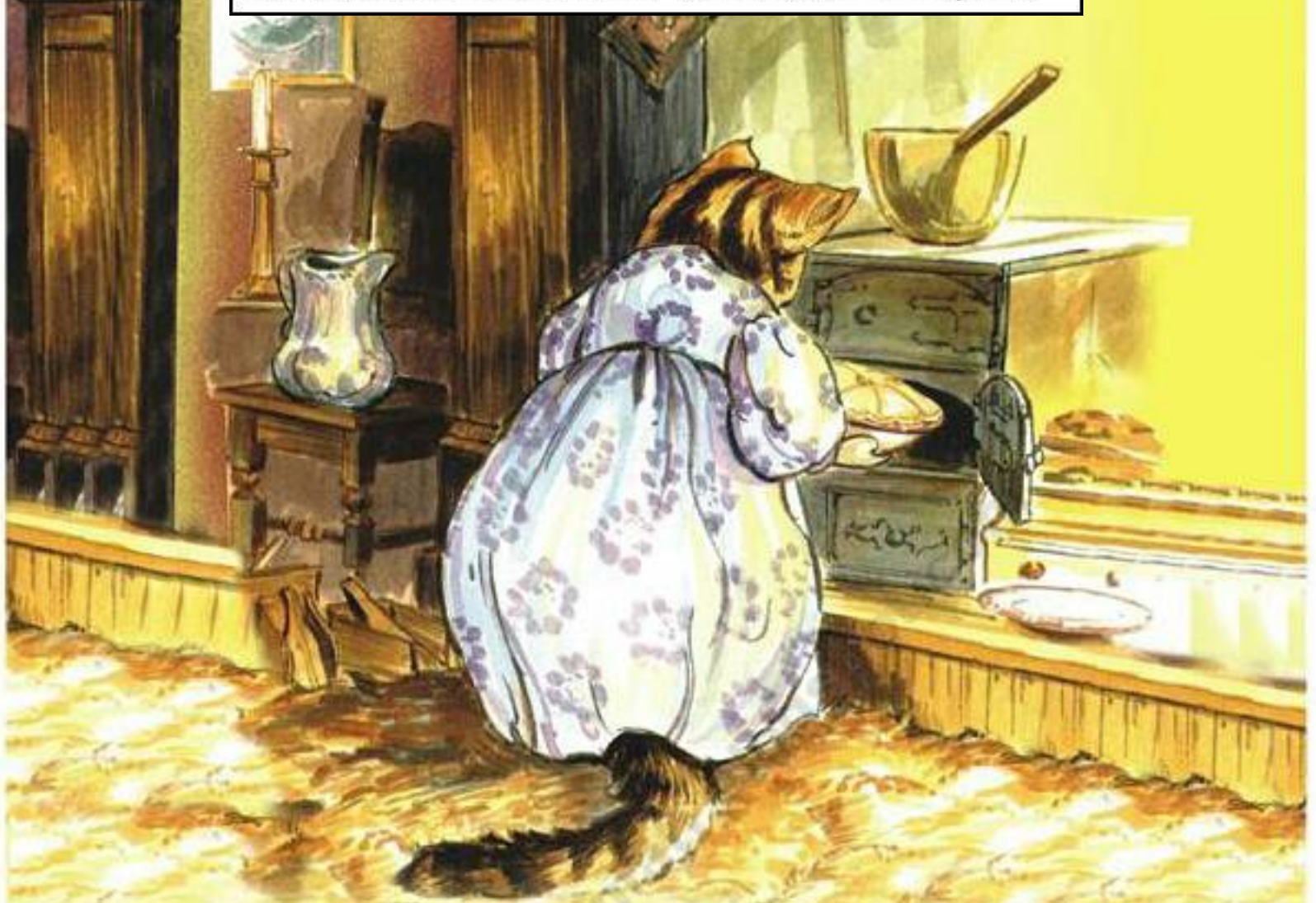
ہاتھ بھی لگ گیا۔ اس نے غزل پڑھی تو گلبانو کی ناسمجھی پر ہنس پڑا۔ اس نے لوگوں سے اسکے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے گلبانو کے بارے میں اُسے بتا دیا۔ لومڑ یہ سب جان کر سوچ میں پڑ گیا۔ اچانک اُسے ترکیب سوجھی۔ لومڑ قصبے کی ایک دکان میں چلا آیا، وہاں اسے شاعری کی ایک پرانی سی کتاب مل گئی جس کے اوراق بوسیدہ ہو چکے تھے۔ دکاندار نے حیرت سے وہ کتاب اسے سستے داموں فروخت کر دی۔ لومڑ نے کتاب میں ایک غزل منتخب کی اور اسے کاغذ پر نقل کیا۔ وہ کاغذ لپیٹ کر اس نے چھوٹے سے خط کے ساتھ گلبانو کے گھر بھجوا دیا گلبانو نے جب خط پڑھا تو وہ حیران رہ گئی۔ خط میں لومڑ نے خود کو شاعر کی حیثیت سے متعارف کرایا اور گلبانو کی تازہ غزل کی تعریف کی۔ اس کے علاوہ اس نے گلبانو سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے پیغام دیا کہ اگر گلبانو اس کے ساتھ ملاقات پر رضامند ہے تو اسی قاصد کے ہاتھ جواب بھیج دے۔ گلبانو کیلئے یہ موقعہ بڑا انمول تھا کہ کوئی شاعر اس کی قدردانی کرتے ہوئے اس سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ گلبانو نے پیغام لانے والے کو کہا کہ وہ آج شام کو لومڑ کا گھر پر انتظار کرے گی۔ پیغام لانے والا واپس لوٹ گیا اور اس نے لومڑ کو گلبانو
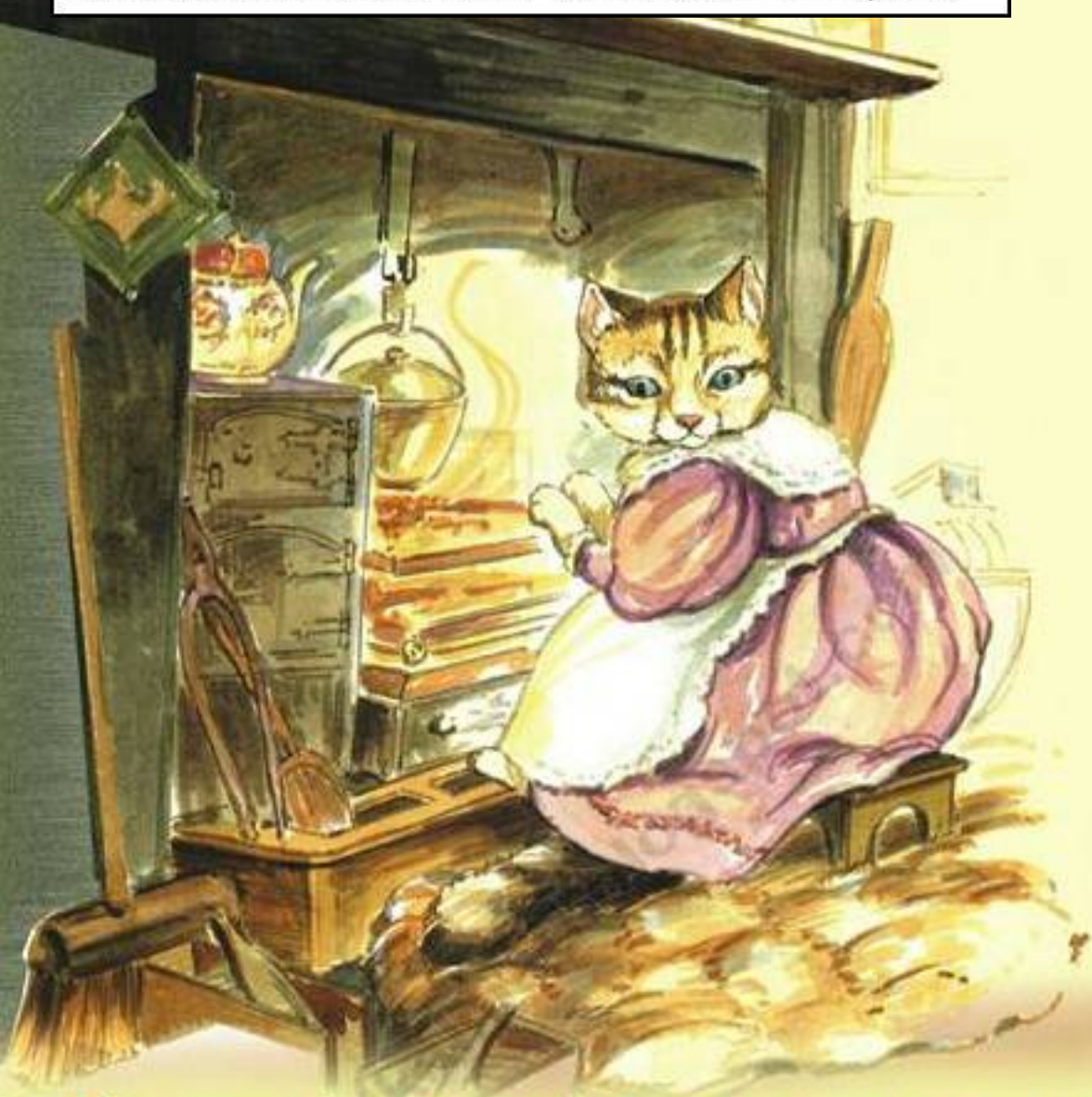
کے انتظار سے آگاہ کردیا۔ اِدھر گلبانو خوشی سے سرشار گھر میں جھومتی پھر رہی تھی۔ اس نے لومڑ کی بھیجی ہوئی غزل کو کئی بار پڑھا اور اس کی شاعری کی معترف ہوگئی۔ اس نے لومڑ کے استقبال کیلئے جلدی جلدی سے تیاریاں شروع کردیں۔ کھانے کے لوازمات کیلئے گلبانو ایپرن پہن کر باورچی خانے میں گھس گئی۔ وہ لومڑ کیلئے دھڑا دھڑ کھانے بنا رہی تھی۔ ایک شاعر کا استقبال وہ ایسے پرتپاک انداز میں کرنا چاہتی تھی کہ اسے ذرا بھی اجنبیت محسوس نہ ہو۔ وہ سارا دن کھانا پکانے میں ایسی مصروف ہوئی کہ اسے خبر نہ ہوئی کہ کب دن ڈھل گیا اور شام شروع ہوگئی۔ جب اس کی نظر گھڑی پر پڑی تو وہ چونک پڑی۔ اس نے جلدی جلدی سے باورچی خانے کا کام سمیٹا اور نہادھو کر عمدہ لباس پہن کر لومڑ کا انتظار کرنے لگی۔ دوسری طرف لومڑ، جس کام کے سلسلے میں قصبے میں آیا تھا اسے نبٹا کر فارغ ہوگیا۔ اس نے گھڑی پر وقت دیکھا تو شام شروع ہونے میں کچھ دیر باقی تھی۔ اگر وہ قصبے سے واپس لوٹنا چاہتا تو وہ جاسکتا تھا کیونکہ جس کام کیلئے وہ رات وہاں ٹھہرنا چاہتا تھا وہ خلاف توقع مکمل ہو چکا تھا
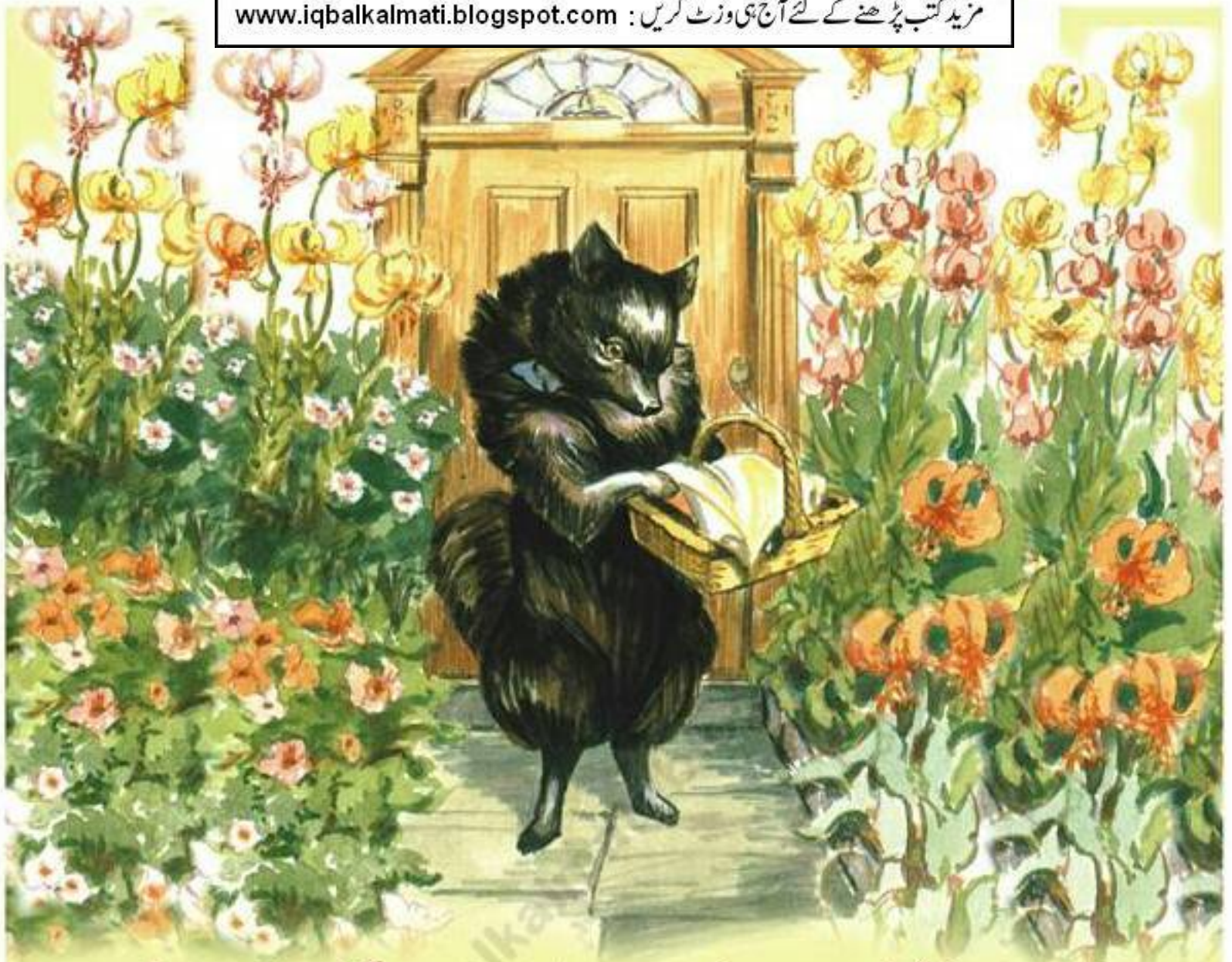
پہلے لومڑ نے سوچا کہ گلبانو سے ملاقات سے کیا فائدہ؟ اسے واپس لوٹ جانا چاہئے مگر پھر اس کے ذہن میں کچھ خیال آیا تو اس نے گلبانو سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔ لومڑ نے بوسیدہ کتاب میں سے کئی شعر رٹ لئے۔ وہ شعر یاد کرتا ہوا ایک باغ کی طرف آنکلا۔ وہاں پہنچ کر اس کی نظر خوبصورت پھولوں پر پڑی تو اس کے ذہن میں خیال آیا کہ گلبانو کو پھولوں کا گلدستہ تحفے میں پیش کیا جائے تو وہ یقیناً متاثر ہو جائے گی۔ اس نے اپنے بٹوے میں نگاہ دوڑائی۔ کچھ ٹوٹے پیسے موجود تھے۔ اس نے باغبان کو چند سکے دے کر ایک خوبصورت گلدستہ بنانے کیلئے کہا۔ باغبان کافی دیر سے لومڑ کو اپنے باغ میں دیکھ رہا تھا اور اسے خوف تھا کہ لومڑ کوئی ایسی حرکت نہ کر جائے جس سے اس کا باغ خراب ہو جائے۔ اس نے لومڑ کا ارادہ سن کر جلدی جلدی سے ایک پھولوں کا گلدستہ چنا اور اس کے حوالے کر دیا۔ جب لومڑ باغ میں سے باہر نکلا تو باغبان نے اطمینان کی سانس لی۔ لومڑ نے باغ سے باہر نکل کر گلبانو کے گھر کا پتہ معلوم کیا اور اس کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے چلتا ہوا گلبانو کے دروازے

پر پہنچا اور اس نے گھر کی گھنٹی بجائی۔ گلبانو گھنٹی کی آواز سن کر بے چین سی ہوگئی اور دوڑتی ہوئی دروازے پر آئی۔ اس کی نظر جب کالے لومڑ پر پڑی تو دنگ رہ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں پھولوں کا گلدستہ دیکھ کر اسے معلوم ہوگیا کہ یہی وہ شاعر ہے جس نے اس کے تازہ کلام کی تعریف لکھ بھیجی تھی۔ لومڑ نے آگے بڑھ کر سر خم کرتے ہوئے سلام کیا اور ایک شعر کے ساتھ پھولوں کا گلدستہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ گلبانو اس کی بدصورتی سے قطع نظر اس کے انداز پر خوش ہوئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے گلدستہ لیتے ہوئے اپنا ایک شعر سنا ڈالا۔ لومڑ نے شعر پر واہ واہ کی آواز لگائی تو گلبانو کی گردن فخر سے تن سی گئی۔ اس نے لومڑ کو گھر کے اندر آنے کی دعوت دی۔ لومڑ اپنے چرمی بیگ کو بغل میں دبائے گھر میں داخل ہوگیا۔ پورا گھر کھانے کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ لومڑ کے منہ میں پانی بھر آیا مگر وہ خاموش رہا۔ گلبانو نے اسے ایک صوفے پر بٹھایا اور گفتگو کا سلسلہ شروع کیا۔ لومڑ نے ایک دو شعر سنائے اور بتایا کہ وہ بڑا مشہور شاعر ہے اسے ہفتے میں ایک آدھ دفعہ کسی نہ کسی مشاعرے میں جانا پڑتا ہے۔

وہ تو اتفاق سے ادھر سے گزر رہا تھا کہ کسی کے ہاتھ گلبانو کی تازہ غزل دیکھ کر ملاقات کا متمنی ہوا۔ گلبانو نے اس کی تعریف پر شکریہ ادا کیا۔ شاعری کے موضوع پر گفتگو کا سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا لومڑ کی بھوک بڑھتی جارہی تھی۔ کھانوں کی خوشبو نے اسے بے چین کیا ہوا تھا۔ گلبانو کو کھانے پینے کی کوئی ہوش نہیں تھی وہ تو بس شاعری کے بارے میں گم تھی۔ کچھ دیر کے بعد لومڑ نے تنگ آ کر گلبانو سے کہہ ہی ڈالا کہ کافی دیر ہو چکی ہے حلق خشک ہے ایک گلاس پانی مل جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ گلبانو اس کی فرمائش پر بڑی شرمندہ ہوئی۔ اسے یاد آ گیا کہ کھانے کا وقت نکلا جارہا ہے اس نے معذرت کرتے ہوئے جلدی سے میز پر دستر خوان سجایا اور کھانوں کی مختلف اقسام لگا دیں۔ لومڑ بڑی مشکل سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس کا بس ہوتا تو وہ فوراً کھانوں پر ٹوٹ پڑتا۔ جب گلبانو نے اسے کھانے کی دعوت دی تو وہ تکلف کے ساتھ اُٹھا اور کھانے کی میز پر جا بیٹھا۔ میز پر اتنے سارے کھانے دیکھ کر لومڑ بھی حیران رہ گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ گلبانو واقعی کافی امیر شاعرہ ہے۔ لومڑ خود پر ضبط کئے آہستہ آہستہ کھانا تناول کرنے لگا۔ گلبانو کی بھوک تو اُڑ چکی تھی اس نے معمولی سا کھانا کھایا۔ وہ کھانے کے دوران شاعری کی باتیں ہی کرتی رہی۔ لومڑ اطمینان کے ساتھ اسے جواب دیتا رہا اور کبھی کبھار بیچ میں رٹا ہوا شعر بھی سنا دیتا۔ گلبانو کو یقین ہو چکا تھا کہ لومڑ کالا اور بدصورت ضرور ہے مگر اس کے اندر ایک نفیس اور اعلیٰ پائے کا شاعر چھپا ہوا ہے۔ لومڑ گلبانو کے احساسات سے قطع نظر کھانے میں ایسا مشغول ہوا کہ سارے کھانے چٹ کر گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ تمام برتن خالی ہو چکے ہیں تو وہ کھسیانے انداز میں ہنستا ہوا بولا۔ ''گلبانو! تمہاری گفتگو میں کچھ ایسی شیرینی ہے کہ میں تو ڈوب کر رہ گیا اور مجھے یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ کب

اتنا سارا کھانا میرے پیٹ میں اُتر گیا۔" گلبانو اس کی بات سن کر ہنس پڑی۔ اس نے مزید کھانا لانے کی پیشکش کی تو لومڑ نے دونوں ہاتھ اُٹھا لئے اور شکم پری کا اعلان کر دیا۔ گلبانو زبردستی لومڑ کیلئے چائے بنا لائی۔ لومڑ نے آدھی آدھی کی شرط عائد کر دی۔ گلبانو نے آدھی پیالی اس سے لے لی اور خود پینے لگی۔ لومڑ نے چائے کو نصف کرتے ہوئے چالاکی سے اس میں نیند کا سفوف ملا ڈالا تھا۔ گلبانو کو یہ معلوم ہی نہ ہو سکا۔ جب کچھ دیر بیت گئی تو گلبانو کو نیند کے جھونکے آنے لگے۔ اس نے لومڑ کے لئے ایک کمرے میں بستر لگایا اور اسے وہاں چھوڑ کر اپنی خوابگاہ میں چلی گئی۔ لومڑ نے تھوڑی دیر بستر میں آرام کیا پھر وہ خاموشی سے اُٹھا اور گلبانو کی خوابگاہ میں داخل ہوا۔ گلبانو گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی۔ لومڑ نے جلدی جلدی سے گھر کی قیمتی اشیاء اکٹھی کیں اور روپیہ زیور سب کچھ ایک گٹھڑی میں باندھ لیا۔ اس نے باہر نکل کر ادھر ادھر دیکھا۔ وہاں کسی کو نہ پا کر وہ قصبے سے رفو چکر ہو گیا۔

صبح سویرے گلبانو کی آنکھ کھلی تو اسے لومڑ کا خیال آیا۔
وہ جلدی سے اٹھی کہ اس کیلئے ناشتہ بنائے۔ جب
اس کی نظر خالی تجوری پر پڑی تو وہ پریشان ہوگئی۔
اس نے کمرے سے نکل کر گھر میں دیکھا تو وہاں
صفایا ہو چکا تھا۔ لومڑ موجود نہیں تھا۔ اس کی تمام
دولت وہ مکار سمیٹ کر چلتا بنا۔ وہ گھر سے باہر
نکلی تو دروازے کے قریب اسے بوسیدہ کاغذ بکھرے
ہوئے دکھائی دیئے جن پر اشعار درج تھے۔ گلبانو
نے جھک کر ایک کاغذ اٹھایا تو اس پر وہی شعر لکھا
پایا جو رات کو لومڑ نے جھوم جھوم کر اسے سنایا تھا۔
گلبانو لومڑ کے فریب کو سمجھ چکی تھی مگر اب کچھ نہیں
ہوسکتا تھا۔ نادانی اور ناسمجھی نے اسے قلاش کر ڈالا تھا۔

وہ چلتی ہوئی باہر نکل آئی۔ باہر گلی میں جمعدار جھاڑو
لگا رہا تھا۔ گلبانو کی لکھی ہی تازہ غزل کے کاغذ
گلی میں دور تک بکھرے پڑے تھے جنہیں
جمعدار سمیٹ کر کوڑے دان میں
ٹھونس رہا تھا۔

مذاق اُڑایا، لباس گنوایا!
تحریر: معظم جاوید بخاری
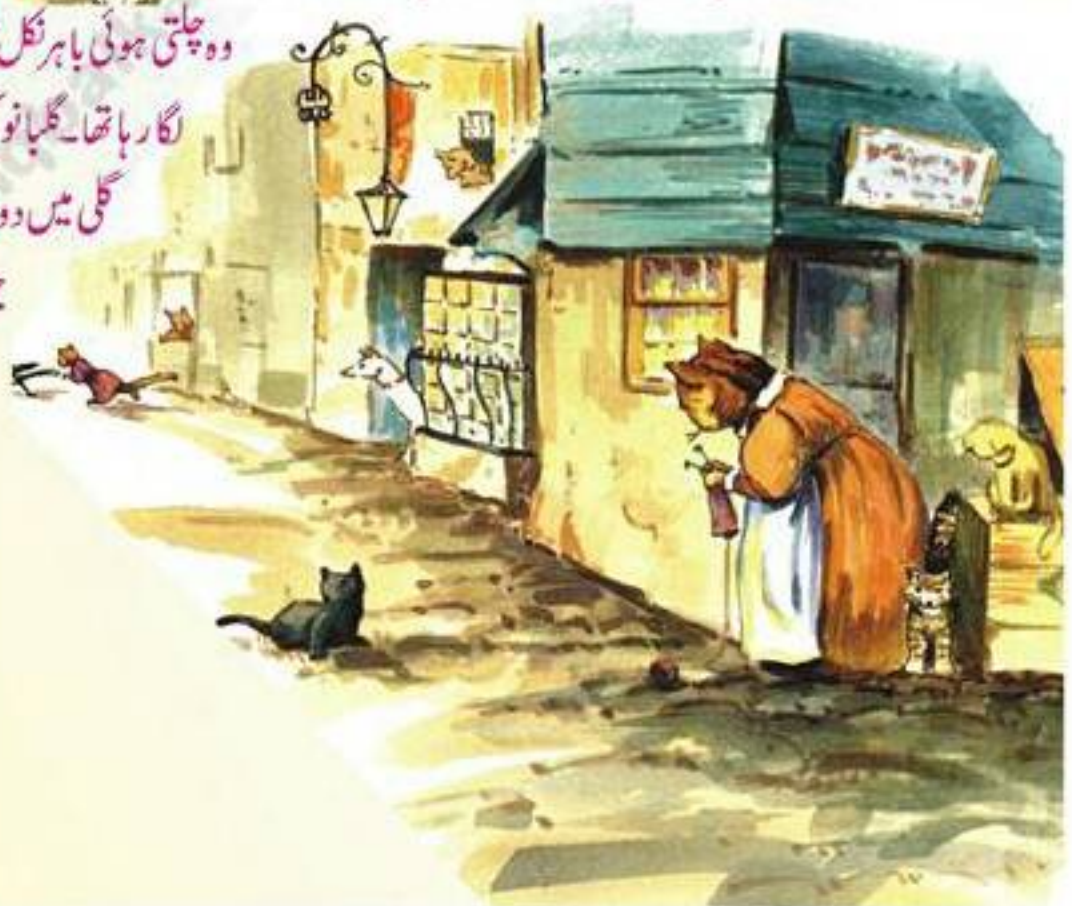
تحریر: معظم جاوید بخاری

مذاق اُڑایا، لباس گنوایا!

ایک قصبے میں ایک بلی اپنے تین بچوں کے ساتھ رہتی تھی۔ اس بلی کا نام زینت مشہور تھا کیونکہ یہ بلی خاصی عمر رسیدہ اور سمجھدار تھی۔ وہ نہ صرف ہر وقت گھر کے کاموں میں مصروف رہتی بلکہ اس نے اپنے گھر ایسے عمدہ قرینے سے سجا رکھا تھا کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے کہ اس گھر میں بچے بھی موجود ہو سکتے ہیں کیونکہ بچے عموماً شرارتوں سے گھر کا ساری سجاوٹ اور صفائی خراب کر دیتے ہیں۔ زینت کے عمدہ ذوق اور اشیاء کو سلیقے سے سنبھالنے پر اکثر اردگرد کی ہمسائی بلیاں اس کے پاس آ جاتیں اور اس سے اچھے اچھے مشورے حاصل کرتیں۔ زینت گھر کے معاملے میں صفائی پسند ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے اخلاق کی بھی مالک تھی۔ وہ ہر آنے والے کی بات کو بڑے غور سے سنتی اور معاملے کو پوری طرح جان لینے کے بعد سوچ سمجھ کر اسے معقول مشورہ دیتی۔ زینت کو نمود و نمائش کا کوئی شوق نہیں تھا اور نہ ہی وہ یہ چاہتی تھی کہ لوگ اس کی خوشامد یا تعریف کرتے

رہیں۔ زینت جتنی اچھی اور صفائی پسند تھی اس کے تینوں بچے اتنے ہی گندے اور شرارتی تھے۔ وہ ہر وقت حماقتیں کرتے اور کوئی نہ کوئی نقصان کر کے گھر واپس لوٹتے۔ زینت بڑے آرام سے انہیں سمجھاتی اور نصیحتیں کرتی رہتی، جن کا بچوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنی ماں کے نرم رویئے سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے تھے۔ تینوں بچے نہ صرف ماں کی بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے بلکہ وہ آپس میں بھی خوب لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ زینت انہیں اپنے پاس بٹھا کر نرمی سے سمجھاتی کہ اچھے بچے لڑتے جھگڑتے نہیں ہیں بلکہ آپس میں محبت وسلوک کے ساتھ رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کی خوب مدد کرتے ہیں اور بڑھ چڑھ کر گھر کے کام کیا کرتے ہیں۔ ساتھ مل کر کھیلتے ہیں، ساتھ مل کر پڑھتے ہیں اور ساتھ مل جل کر رہتے ہیں۔ زینت کے بچے گردنیں جھکائے اپنی ماں کی

نصیحتیں سنتے رہتے اور جونہی ماں کسی دوسرے کام میں مصروف ہو جاتی تو وہ دوبارہ پرانی روش پر آجاتے۔ زینت کو ان پر بڑا غصہ بھی آتا مگر وہ یہ خیال کر کے کہ انہیں کچھ نہ کہتی کہ ابھی وہ بچے ہیں، جب ذرا بڑے ہو جائیں گے تو خود ہی سمجھدار ہو جائیں گے۔ ایک دفعہ کی بات ہے کہ عید کا دن قریب آیا تو زینت نے بچوں کیلئے خوبصورت کپڑے سلوائے اور نئے جوتے خریدے۔ عید کی آمد پر بچے بھی بڑے بے قرار تھے، جب عید کا دن آیا تو زینت نے صبح سویرے سب سے پہلے پانی گرم کر کے بچوں کو رگڑ رگڑ کر خوب نہلایا تا کہ ان کے بدن کے ساتھ چپکی ہوئی تمام مٹی اچھی طرح ڈھل جائے۔ باری باری سب بچوں کو نہلا کر زینت نے ان کا جسم تولئے سے خشک کیا اور نئے نئے کپڑے پہنائے۔ جسم پر پاؤڈر لگا کر زینت نے بچوں کے سر پر خوبصورت ہیٹ ڈال

دیئے۔ بچے صاف ستھرے ہو کر بڑے پیارے لگ رہے تھے۔ زینت نے سب بچوں کو سختی سے تاکید کی کہ وہ جب باہر جائیں تو اپنے کپڑوں کا خاص خیال رکھیں۔ مٹی میں ہرگز نہ کھیلیں اور نہ ہی ایک دوسرے کے ساتھ کھینچا تانی کریں کیونکہ اس طرح ان کے نئے کپڑے پھٹ جائیں گے۔ بچوں نے وعدہ کیا کہ وہ ماں کی تمام نصیحتیں یاد رکھیں گے اور کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جس سے انہیں شرمندگی اُٹھانا پڑے۔ تینوں بچے نئے کپڑے پہن کر گھر سے باہر نکلے اور قریبی باغ میں پہنچ گئے۔ باغ میں انہوں نے خوب اچھل کود کی۔ وہ کبھی رنگ برنگی تتلیوں کو پکڑتے تو کبھی پھولوں کو توڑ کر ان کی پتیوں کو ہوا میں اچھالتے۔ وہ سارا دن اسی کھیل کود میں مصروف رہے۔ انہوں نے اپنے کپڑوں کا بہت خیال رکھا کہ کہیں وہ میلے یا خراب نہ ہو جائیں۔ کھیلتے کودتے
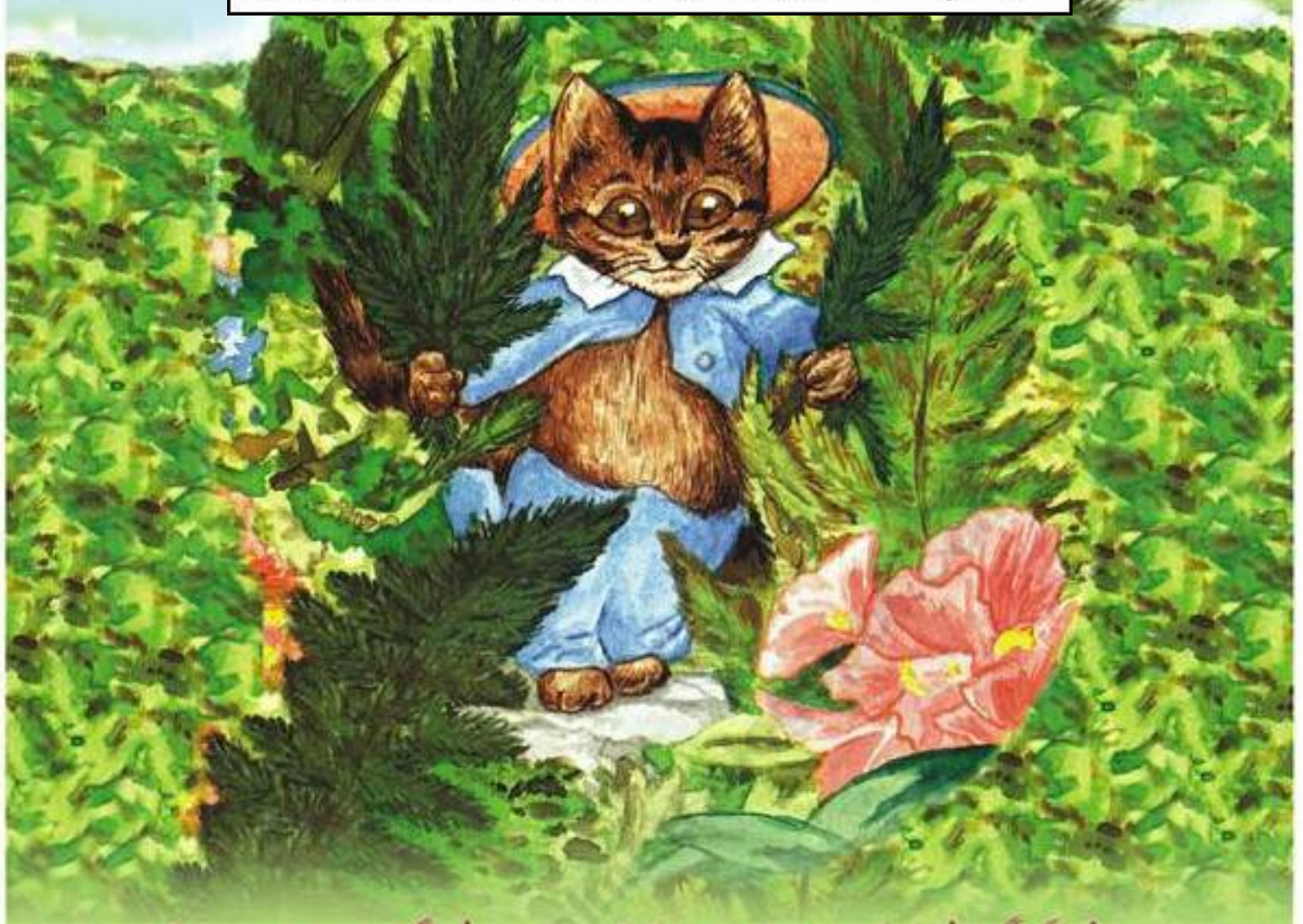
جب کافی دیر گزر گئی تو انہیں بھوک ستایا۔ تینوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ اب انہیں گھر واپس چلنا چاہیے تا کہ کھانا کھایا جائے۔ وہ باغ کی راہداری میں اودھم مچاتے ہوئے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب وہ گھر پہنچے تو انہوں نے اپنی ماں کو کھانا پکاتے دیکھا۔ زینت نے بچوں کا لباس دیکھ کر اطمینان کی سانس لی کیونکہ وہ صاف ستھرا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے بچوں کے لباس کو صاف ستھرا رکھنے پر ان کی تعریف کی اور تاکید کی کہ وہ آئندہ بھی ایسا ہی کیا کریں۔ بچے ماں کی تعریف سن کر بڑے خوش ہوئے اور انہوں وعدہ کیا کہ وہ آئندہ بھی لباس کو ایسا ہی صاف ستھرا رکھیں گے۔ انہوں نے ماں سے کھانا مانگا تو زینت نے انہیں کچھ دیر انتظار کرنے کیلئے کہا کیونکہ کھانا تیار ہونے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔ تینوں بچے باہر نکل آئے اور انہوں نے ماں کو بتایا کہ وہ گھر کے دروازے پر بیٹھے ہیں جب کھانا تیار ہو جائے تو وہ انہیں آواز دے کر بلا لے۔ زینت نے انہیں باہر بیٹھنے کی اجازت دے دی اور خود جلدی جلدی کھانا بنانے میں لگ گئی۔ تینوں بچے گھر کے باہر دروازے کے ساتھ دیوار
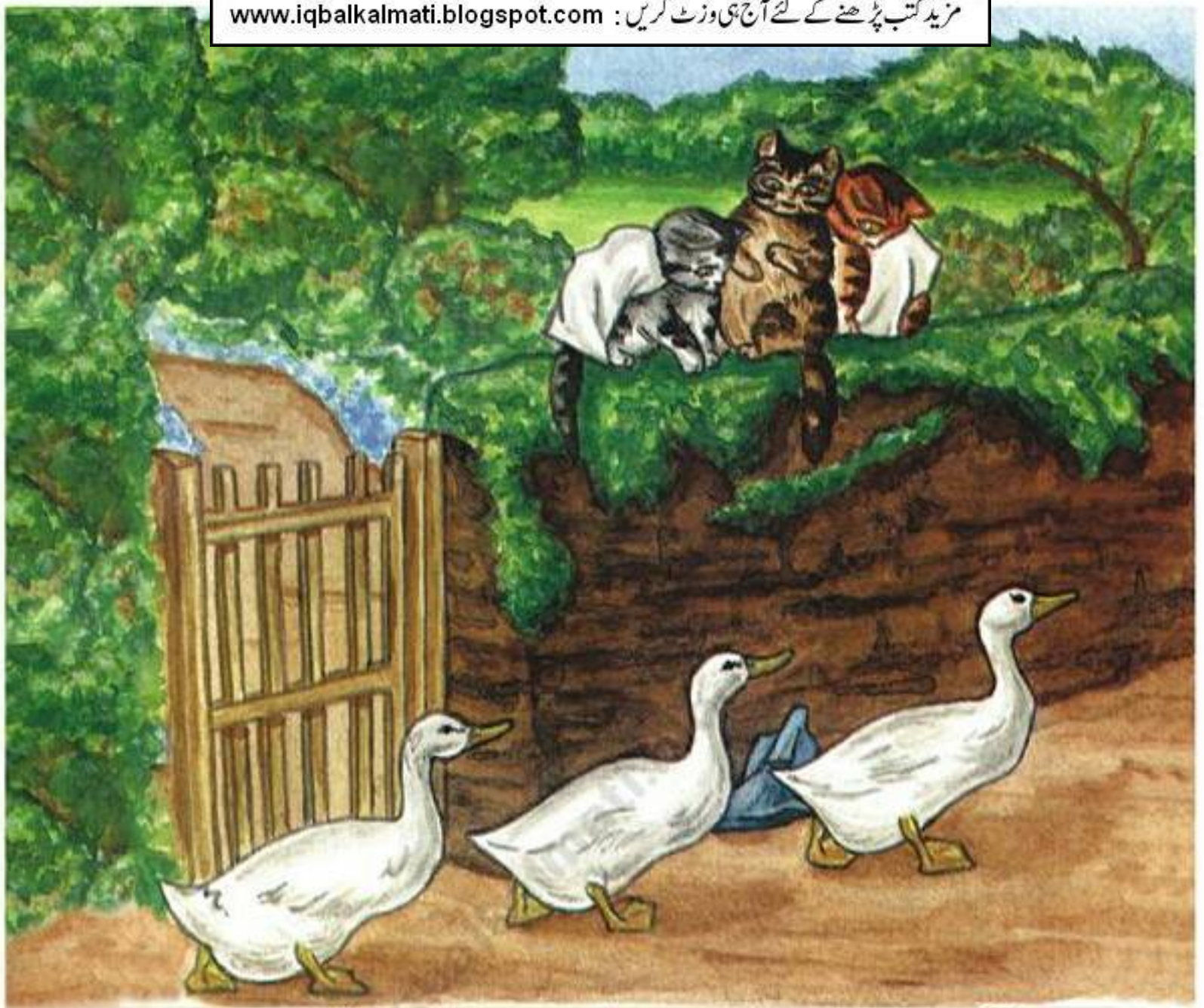
پر بیٹھے ہنس کھیل رہے تھے کہ اچانک ایک طرف سے تین سفید بڑے بطخے آتے دکھائی دیئے۔ وہ مزے مزے سے جھوم جھوم کر چل رہے تھے۔ ان کے سفید پر بڑے اُجلے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ بھی عید کی خوشی منا رہے تھے اور ایک پیارا سا گیت گاتے ہوئے قطار میں چل رہے تھے۔ تینوں بچوں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ ہنسنے لگے اور آپس میں ان کا مذاق اُڑانے لگے۔ بطخے ان کو ہنستا ہوا دیکھ کر رک گئے اور دریافت کیا کہ ایسی کیا بات ہے جن پر انہیں ہنسی آ رہی ہے؟ بچے ہنس کر بولے کہ کیا ان کے پاس نئے کپڑے نہیں ہیں جو وہ عید والے دن بھی ایسے ہی ننگے گھوم پھر رہے ہیں؟ بطخوں کو یہ سن کر غصہ آیا کہ وہ ان کے سفید اجلے جسم کو دیکھ کر ان کا مذاق اُڑا رہے ہیں اور خوبصورت قدرتی لباس پر دنیاوی لباس کو ترجیح دے رہے ہیں۔ انہوں نے تینوں بچوں کو سبق

سکھانے کی ٹھانی۔ ایک بطخا بولا۔ ہم تو پانی کے جانور ہیں ہمیں لباس سے کیا لینا دینا۔ جونہی پانی میں گئے لباس کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ بچے یہ سن کر اور ہنسنے لگے۔ دوسرا بطخا بولا کہ ان کے پاس تو بڑے اچھے کپڑے ہیں۔ کیا وہ انہیں کچھ دیر کیلئے دکھا سکتے ہیں؟ بچے یہ سن کر حیران رہ گئے اور پوچھنے لگے کہ وہ ان کے کپڑوں کا کیا کریں گے؟ بطخا بولا کہ وہ ان کا لباس پہن کر دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ کیسا لگتا ہے؟ ایک بچے نے اپنا ہیٹ اتار کر بطخے کی طرف پھینک دیا، بطخے نے ہیٹ اپنے سر پر رکھ کر انگڑائی لی تو تینوں بچے اس کے انداز پر بے ساختہ ہنس پڑے۔ دوسرے بچے نے اپنی قمیص اتار کر بطخے کی طرف بڑھا دی۔ بطخے نے قمیص پہن لی جو اسے بڑی کھلی تھی۔ وہ قمیص پہن کر بڑا مزاحیہ لگ رہا تھا۔ بچے اس کا مضحکہ خیز حلیہ دیکھ کر قہقہے لگانے لگے۔ اس طرح بچوں نے ایک ایک کر کے تمام کپڑے بطخوں کے حوالے کر دیئے۔ بطخوں نے بچوں کے کپڑے پہن کر زمین پر لوٹیاں لگائی،

قلابازیاں کھائیں اور کئی طرح کے کرتب کر کے دکھائے۔ ان کے تماشے دیکھ دیکھ کر بچوں کا برا حال ہو رہا تھا۔ ہنسی تھی کہ بند ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ بطخوں نے بلی کے بچوں کے کپڑوں کی ایسی درگت بنا ڈالی کہ وہ دیکھنے کے قابل تک نہ رہے تھے جبکہ بچے ان کی حرکت سے بے خبر ان کی مستیوں میں ایسے گم تھے کہ انہیں ذرا بھر احساس نہ ہوا کہ بطخوں نے ان کے نئے اور پیارے کپڑوں کا ستیاناس کر ڈالا ہے۔ بطخوں نے کپڑے زمین پر پھینکے اور قطار میں چلتے ہوئے اپنی راہ لی۔ بچے ان کو مٹک مٹک کر جاتے ہوئے دیکھ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ کچھ دیر بعد بطخے ان کی نظروں کے سامنے سے اوجھل ہو گئے۔ ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ زینت نے گھر سے باہر نکل کر بچوں کو آواز دی کہ کھانا تیار ہو چکا ہے۔ زینت کی نظر جب بچوں پر پڑی تو ان کے کپڑے نہ دیکھ کر وہ بڑی حیران اور پریشان ہوئی اور ان سے کپڑوں کے بارے میں دریافت کیا۔ بچوں کو جب کپڑوں کا خیال آیا تو انہوں نے زمین پر نظر ڈالی۔ ان کے کپڑے مٹی میں اَٹے پڑے تھے۔ وہ حیرت و خوف سے کبھی اپنے کپڑوں کو اور کبھی بطخوں کے گم ہونے والے راستے کو دیکھتے۔ انہیں سمجھ آ چکی تھی کہ بطخوں نے ان کے ساتھ کیا کھیل کھیلا تھا مگر وہ اب کیا کر سکتے تھے؟ وقت ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ زینت نے جب یہ سب دیکھا تو اس نے غصے سے چھڑی اُٹھالی اور بچوں کی ایسی خبر لی کہ انہیں بھولی ہوئی نانی یاد آ گئی۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com
جیسی کرنی ویسی بھرنی
تحریر: معظم جاوید بخاری
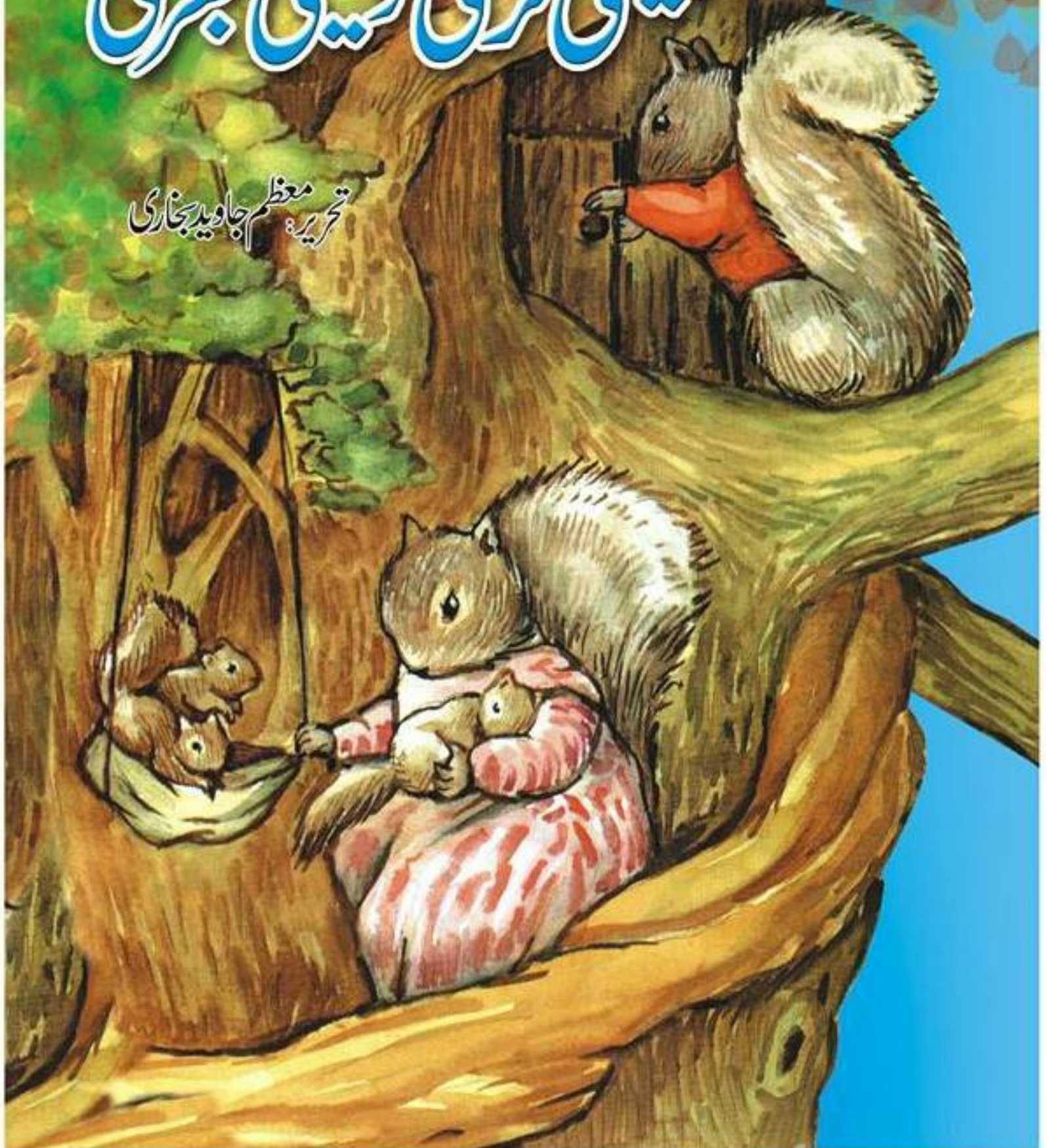
جیسی کرنی ویسی بھرنی

تحریر: معظم جاوید بخاری
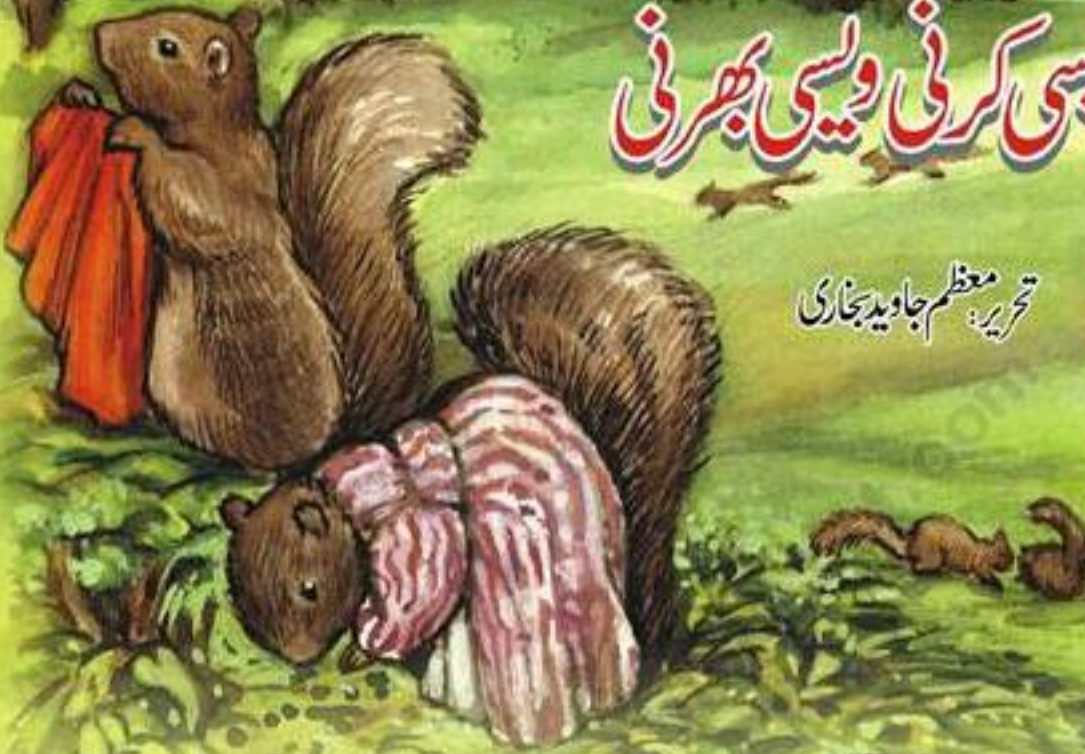
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی جنگل میں ایک چھوٹی سی گلہری اپنی سوتیلی ماں اور چھوٹی سوتیلی بہن کے ساتھ رہتی تھی۔ اس ننھی گلہری کا نام خاشمہ تھا۔ اس کی سوتیلی ماں اس پر بڑے ظلم ڈھاتی تھی۔ وہ اسے ساتھ لئے سارا دن جنگل میں پھرتی رہتی۔ خاشمہ کا دل کرتا کہ وہ اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ ملکر خوب کھیلے کودے مگر سوتیلی ماں کو یہ سب پسند نہیں تھا۔ وہ اسے ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگائے رکھتی۔ وہ تمام دن جنگل میں گھوم پھر کر پکی ہوئی انجیریں تلاش کرتی جو درختوں سے خشک ہو کر زمین پر گر جاتی تھیں۔ اس کی سوتیلی ماں نے اسے ایک بڑا سا تھیلا دے رکھا تھا جس میں وہ زمین سے انجیریں چن کر بھرتی رہتی اور شام ہونے سے پہلے وہ تھیلا کمر پر اُٹھائے گھر لوٹ آتی اس کی چھوٹی بہن کے پاس رنگ برنگے کپڑے تھے جنہیں پہن کر وہ شہزادی دکھائی دیتی تھی جبکہ اس کے پاس ایک ہی سرخ رنگ کی قمیص تھی جو کئی جگہ سے گل کر پھٹ چکی تھی۔ وہ اسی قمیص کو دھو کر پہن لیتی۔ اس کی سوتیلی ماں کئی بار اس کے ساتھ جنگل میں جاتی تا کہ وہ نظر بچا کر کھیل کود میں مصروف نہ ہو جائے کیونکہ کبھی کبھار ایسا ہوتا تھا کہ خاشمہ سوتیلی ماں کو قریب نہ پا کر اپنی دوست گلہریوں کے ساتھ کھیل کود میں
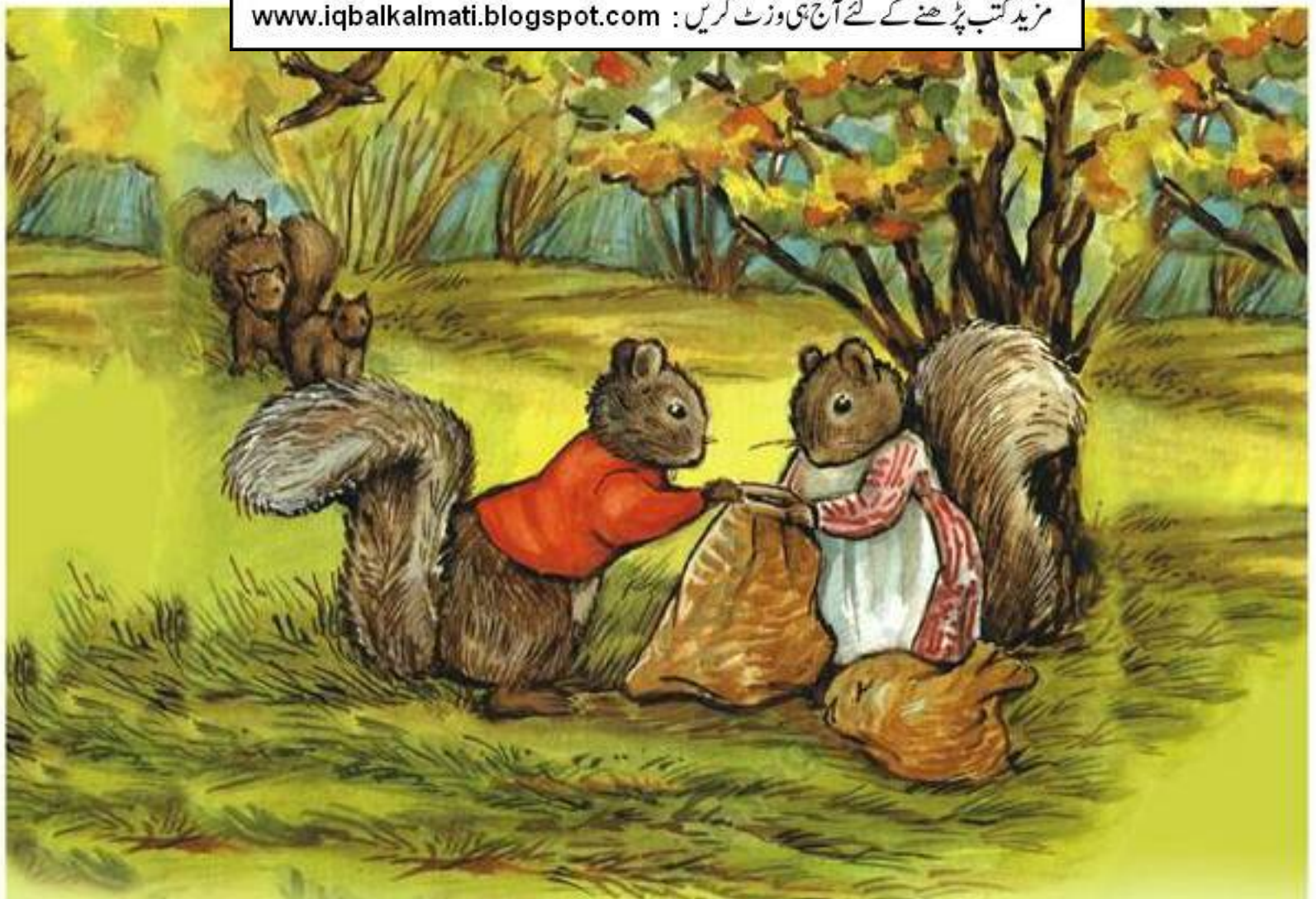
مصروف ہوجاتی اور انجیریں اکٹھی نہ کرپاتی۔ جس پر خاشمہ کی سوتیلی ماں اسے چھڑی سے خوب پیٹتی۔ اس دن اسے کھانے کو بھی کچھ نہیں ملتا تھا۔ تمام رات اسے بھوکے ہی گزارنا پڑتی۔ کچھ عرصہ تو ایسا ہوتا رہا پھر اس نے نظر بچا کر انجیریں کھانا شروع کردیں۔ ایک دن اس کی سوتیلی ماں نے اسے انجیر کھاتے دیکھ لیا۔ پھر کیا تھا؟ اس نے چھڑی سے خاشمہ کو اتنا مارا کہ اس کے جسم پر نیل پڑ گئے۔ اس دن کے بعد خاشمہ نے کانوں کو ہاتھ لگالیا کہ وہ آئندہ انجیروں کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گی۔ خاشمہ انجیروں کو تھیلا بھر کر اپنی ماں کو لا کر دیتی تو وہ اس میں انجیریں گن کر حساب کتاب لگاتی رہتی۔ خاشمہ کی سوتیلی ماں نے موسم برسات کی آمد دیکھی تو اس نے درخت کے بالائی حصے میں ایک طوطے کے ساتھ سودا بازی کر کے اس کا گھونسلا خرید لیا۔ وہ گھونسلا کافی اونچا تھا اور درخت کے اندر کافی گہرائی تک پھیلا ہوا تھا۔ خاشمہ کی ماں نے اسے حکم دیا کہ وہ نیچے والی کھوہ میں سے تمام انجیریں نکال کر تھیلے میں بھرے اور اوپر لے جا کر گھونسلے میں ڈال دے۔ یہ بڑا محنت طلب اور مشکل کام تھا۔ خاشمہ نے کوشش کر کے انجیریں اوپر چڑھانا شروع کی مگر کئی بار اس سے انجیروں کا تھیلا نیچے گر جاتا اور انجیریں

زمین پر بکھر جاتیں۔ یہ دیکھ کر سوتیلی ماں کے دل میں خیال آیا کہ اگر خاشمہ یونہی انجیریں زمین پر گراتی رہی تو تمام انجیریں خراب ہو جائیں گی۔ اس نے اس کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ وہ گھونسلے کے قریب ایک شاخ پر بیٹھ جاتی۔ جب خاشمہ انجیروں کا تھیلا لے کر وہاں پہنچتی تو وہ اس سے تھیلا پکڑ کر تھام لیتی اور اس میں ایک ایک انجیر نکال کر اسے دیتی جاتی۔ خاشمہ گھونسلے کے منہ پر کھڑی ہو کر انجیر اس میں پھینکتی رہتی۔ اس طرح انجیروں کا تھیلا ختم ہو جاتا اور کوئی انجیر زمین پر نہ گرتی۔ انجیریں کافی زیادہ تھیں اور موسم برسات شروع ہونے والا تھا۔ سوتیلی ماں نے خاشمہ کو آرام کرنے نہ دیا اور ہر وقت اسے کام میں لگائے رکھا۔ مسلسل کام کرنے کی وجہ سے خاشمہ کی طبیعت بگڑنے لگی اور پھر ایک دن اسے بخار چڑھ گیا۔ وہ بخار کی شدت سے نڈھال ہو کر گھونسلے کے اندر گر کر

انجیروں پر بے ہوش ہوگئی۔ سوتیلی ماں نے جب اسے بے ہوش دیکھا تو سوچا کہ کچھ دیر آرام کر لینے کے بعد اس کی طبیعت خود بخود صحیح ہو جائے تو وہ اسے دوبارہ کام پر لگا دے گی۔ خاشمہ کو جب دوا نہ ملی تو اس کی حالت زیادہ خراب ہونے لگی۔ اس کی سوتیلی ماں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ درخت کے اونچے گھونسلے میں ایک چھوٹا سا سوراخ تھا جو تنے کے اندر سے ہو کر نیچے کی طرف جاتا تھا۔ اس سوراخ کے دوسری طرف ایک چوہے کی بل تھی۔ وہ چوہا اکثر اوپر گھونسلے میں آتا اور وہاں سے ایک انجیر اُٹھا کر نیچے لے جاتا۔ وہ اُس دن جب انجیر لینے کیلئے وہاں پہنچا تو ایک گلہری کو بے سدھ دیکھ کر اسے بڑی حیرانگی ہوئی۔ وہ اس کے قریب چلا آیا۔ جب اس نے اس کے جسم کو چھو کر دیکھا تو وہ بری طرح تپ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ گلہری کو سخت بخار ہے۔ اس نے گھونسلے سے باہر جھانک کر دائیں بائیں دیکھا تو اسے خاشمہ کی سوتیلی ماں ایک طرف کام کرتی ہوئی دکھائی دی۔ اس کی لاپروائی دیکھ چوہے کو بڑا غصہ آیا کیونکہ وہ اکثر خاشمہ کو اس کے ساتھ کام کرتے ہوئے دیکھتا تھا۔ چوہا واپس اپنی

بل میں بھاگتا ہوا گیا اور وہاں سے گرم چائے بنا کر خاشمہ کے پاس چلا آیا۔ اس نے خاشمہ کو سہارا دے کر پلنگ پر لٹایا اور اسے گرم چائے پلائی۔ چوہے نے اپنی گرم چادر خاشمہ کے جسم پر ڈال کر اسے اچھی طرح لپیٹ دیا اور قریب بیٹھ کر اس کے ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی پٹی کرنے لگا تاکہ اس کا بخار کم ہو جائے۔ چائے اور گرم چادر کی حرارت سے خاشمہ کو پسینہ آنے لگا۔ چوہے کی دیکھ بھال کے باعث شام تک خاشمہ کا بخار اتر گیا۔ اس کے جسم میں نقاہت موجود تھی جس کے باعث وہ اچھی طرح چل پھر نہیں سکتی تھی خاشمہ نے چوہے کا شکریہ ادا کیا اور وعدہ کیا کہ جب کبھی اسے موقعہ ملا تو وہ اس کے احسان کا بدلہ ضرور اتارے گی۔ چوہے نے ہنس کر کہا کہ اسے یہ سب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ اس خدمت کے بدلے میں وہاں سے اپنے لئے کچھ انجیریں لے جا چکا ہے خاشمہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ چوہا وہاں سے انجیریں چراتا ہے تو وہ خوفزدہ ہو گئی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ
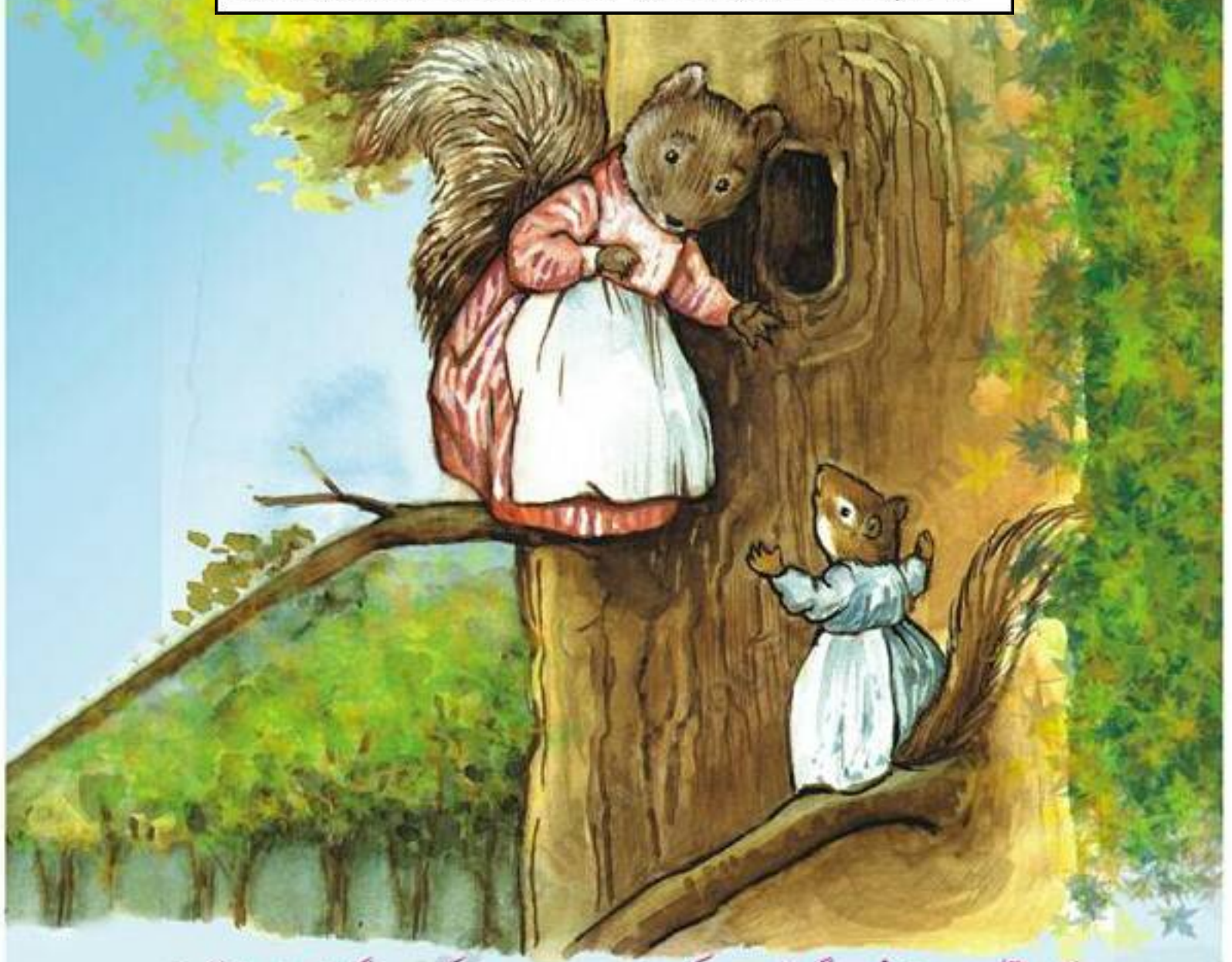
اس کی سوتیلی ماں نے انجیریں گن کر وہاں رکھی ہیں۔ جب وہ ان میں کمی پائے گی تو یقیناً خاشمہ کی شامت آجائے گی۔ اس نے چوہے کو بتایا کہ اس کی سوتیلی ماں اچھی نہیں ہے۔ چوہے نے اسے صبر کرنے کی تلقین کی۔ خاشمہ اس دوران یہ تہیہ کر چکی تھی کہ وہ جنگل میں جا کر اتنی انجیریں اور اکٹھی کر کے وہاں ڈال دے گی جتنی کہ چوہا وہاں سے چرا کر لے گیا تھا۔ جب شام کا اندھیرا پھیلنے لگا تو سوتیلی ماں کو خاشمہ کا خیال آیا۔ وہ گھونسلے میں جھانک کر اندر دیکھنے لگی۔ جب اسے خاشمہ ایک طرف بیٹھی ہوئی دکھائی دی تو اس کا پارہ چڑھ گیا۔ اس نے خاشمہ کو گھونسلے سے نکل جانے کا حکم دیا۔ خاشمہ سے ابھی صحیح طرح چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ وہ بمشکل گھونسلے سے نکلی اور باہر آ گئی۔ خاشمہ کی سوتیلی ماں نے اسے خوب برا بھلا کہا اور اس کا مختصر سا سامان اس کے ہاتھ میں تھما کر اپنے گھر سے نکال باہر کیا۔ خاشمہ کے پاس رہنے کیلئے کوئی دوسری جگہ نہیں تھی، وہ پریشان ہو کر ایک شاخ پر

بیٹھ گئی۔ چوہا درخت کی جڑ میں موجود اپنی بل میں کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ اسے خاشمہ کی سوتیلی ماں پر بڑا غصہ آیا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے کچھ کھانا نکال کر خاشمہ کے حوالے کیا اور اسے تسلی دی' رات خیریت سے گزر گئی۔ اگلی صبح خاشمہ کی سوتیلی ماں اپنے گھر سے نکلی اور اس کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ خاشمہ پریشانی کے عالم میں وہیں بیٹھی رہی۔ چوہے نے دن میں بھی اسے کچھ خوراک لا کر دی جس کے باعث اس کی نقاہت جاتی رہی۔ جب اسے اپنی طبیعت میں کچھ بہتری نظر آئی تو اس نے چوہے کے احسان کا بدلہ اُتارنے کی ٹھانی۔ وہ جنگل میں دور نکل گئی۔ اس نے کئی جگہ پر انجیر کے خشک پھل کی تلاش کی مگر اسے وہ کہیں دکھائی نہیں دیا۔ وہ چلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ ایک جگہ پر اسے جلی ہوئی لکڑیاں دکھائی دیں۔ وہاں کوئی مسافر ٹھہر کر رات بسر کرنے کے بعد جا چکا تھا۔ خاشمہ نے اس جگہ پہنچ کر اس کا جائزہ لیا تو اسے ایک طرف خشک روٹی کے کچھ ٹکڑے

گرے ہوئے دکھائی دیئے۔ اس نے جلدی سے وہ ٹکڑے اکٹھے کر کے اپنی قمیص میں ٹھونس لئے۔ ابھی وہ اس کام سے فارغ ہوئی تھی کہ اسے بھنے چنے دکھائی دیئے جو کاغذ کی پڑیا میں لپٹے ہوئے تھے۔ مسافر شاید جلدی میں انہیں بھول گیا تھا۔ وہ اتنی مقدار میں تھے کہ کئی دن تک ختم نہ ہو سکتے تھے۔ خاشمہ غیبی مدد پر بہت خوش ہوئی۔ اس نے کاغذ کی پڑیا باندھ کر واپسی کی راہ لی۔ وہ جب چوہے کی بل کے پاس پہنچی تو بارش شروع ہوگئی۔ خاشمہ نے چوہے کو آواز دے کر سب چیزیں اس کے حوالے کیں۔ چوہا روٹی کے ٹکڑے دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ اس نے سب چیزیں اس سے لے کر اپنی بل میں چھپا دیں۔

خاشمہ درخت کی شاخ پر اپنی چھتری پھیلائے بارش میں بیٹھی بھیگتی رہی۔ جونہی بارش بند ہوئی تو ایک خوفناک آواز سے خاشمہ کا دل دہل کر رہ گیا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور بڑا بھالو ادھر آتا ہوا دکھائی دیا۔ خاشمہ نے چیخ کر اپنی سوتیلی ماں کو بھالو کی آمد سے خبردار کیا مگر اس نے اس کی آواز پر کان نہ دھرے۔ بھالو اسی درخت کے قریب پہنچ گیا جہاں گھونسلا تھا۔ چوہے نے خاشمہ کو آواز دے کر اپنی بل میں بلا لیا۔ وہ دونوں چھپ کر دیکھنے لگے۔ بھالو نے درخت میں گھونسلا پا کر اس پر حملہ کر دیا۔ اس نے گھونسلے میں ہاتھ ڈال کر گلہریوں کو باہر پھینک دیا اور خود انجیریں نکال نکال کر کھانے لگا۔ جب گھونسلے میں کچھ باقی نہ بچا تو درخت سے نیچے اترا اور ایک طرف چل دیا۔ خاشمہ کی سوتیلی ماں بھالو کے ہاتھ میں دب جانے کے باعث جانبر نہ ہو سکی جبکہ اس کی چھوٹی بہن روتی ہوئی ایک طرف بیٹھی دکھائی دی۔ خاشمہ نے اسے تسلی دی اور نیچے والی کھوہ میں اپنا بسیرا بنا لیا۔ برسات کے موسم میں چوہے نے ان دونوں کی خوب مدد کی اور یوں وہ ہنسی خوشی رہنے لگیں۔ دیکھا بچو! اگر کسی کے ساتھ برا سلوک کیا جائے تو ایک دن اس کا بدلہ مل جاتا ہے۔

گڑیا گھر
تحریر: معظم جاوید بخاری

تحریر: معظم جاوید بخاری

گڑیا گھر
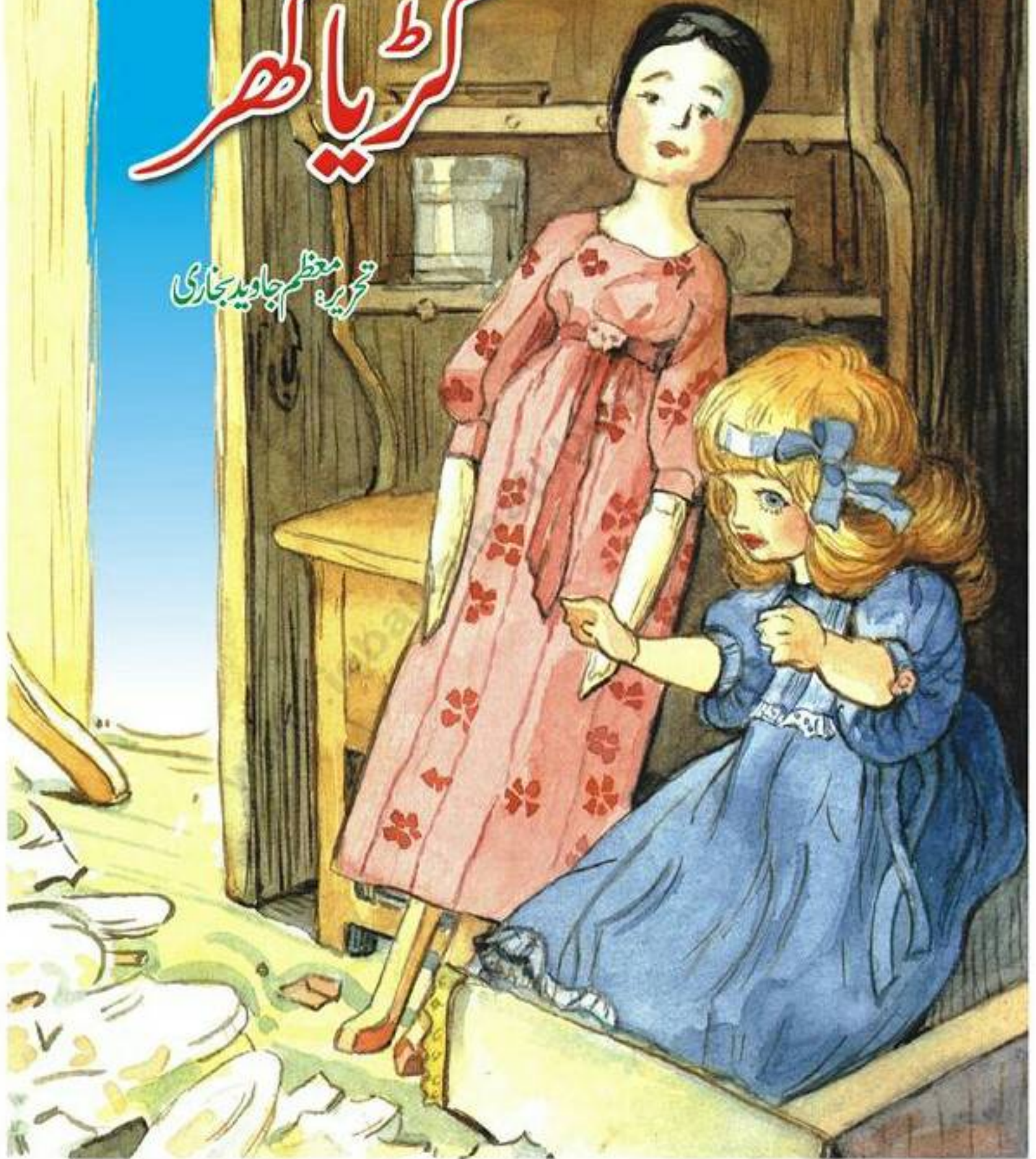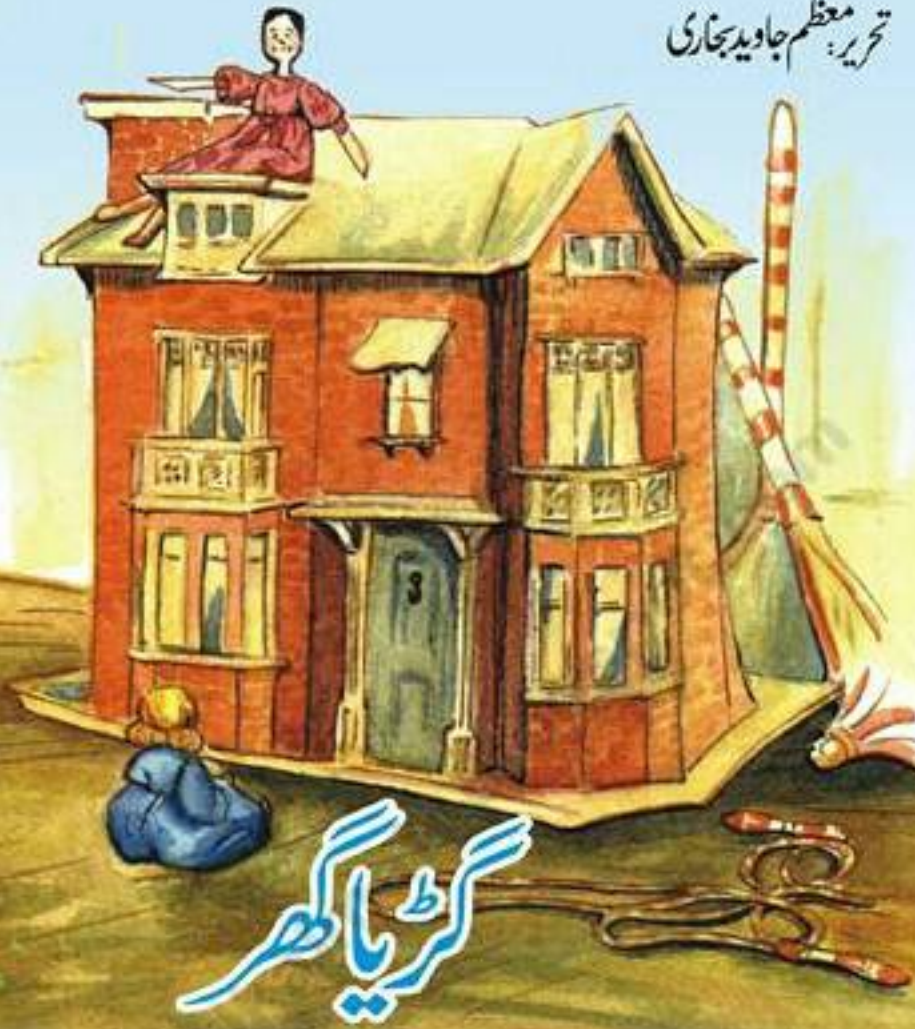
ایک گھر میں بچوں نے چھوٹا سا گڑیا گھر بنایا۔ اس میں ہر قسم کی چیزیں رکھیں اور اسے خوب سجایا۔ اس میں کپڑے، پردے، فرنیچر اور ہر طرح کا سامان موجود تھا۔ بچوں نے ایک گڑیا اور ایک گڈا اس میں رکھ کر اس گھر کو مکمل کر دیا۔ وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ اس گھر میں کہیں سے دو چوہے آ گئے۔ وہ دونوں میاں بیوی تھے اور خوراک کی تلاش میں اِدھر اُدھر مارے پھرتے تھے۔ وہ جب اس گھر میں پہنچے تو انہیں اپنے رہنے کیلئے کوئی بل دکھائی نہ دی۔ گھر میں ان کی ضرورت کے مطابق خوراک تو موجود تھی مگر سر چھپانے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ چوہیا نے چوہے کو مشورہ دیا کہ وہ اب کہیں اور نہیں جائیں گے بلکہ یہیں رہیں گے۔ چوہا خود بھی خوراک کی فراوانی دیکھ کر وہیں ٹھہرنے کا سوچ رہا تھا۔ اس نے گھر کے تمام دریچے کھنگال ڈالے مگر اسے کوئی ایسا سوراخ
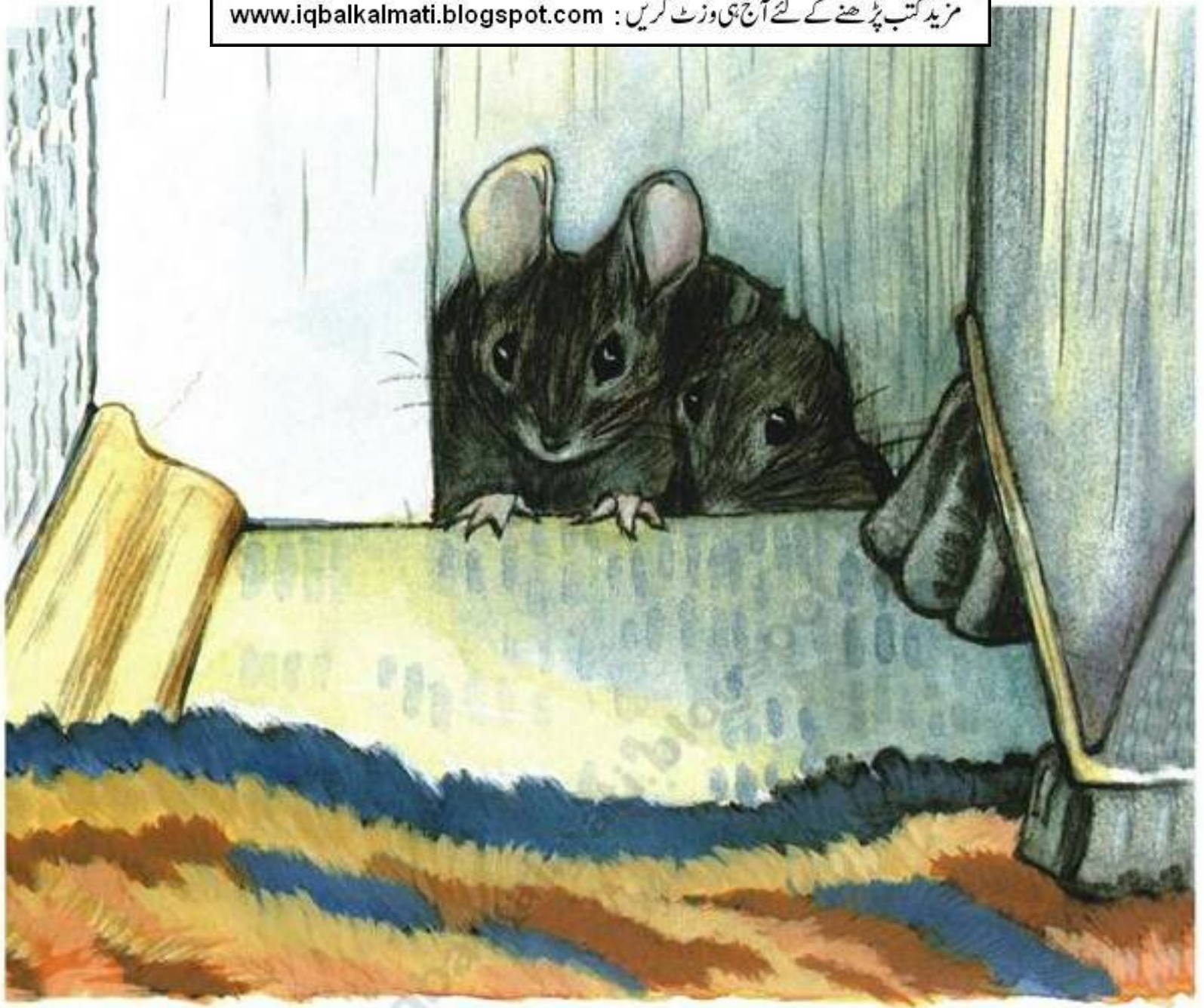
دکھائی نہ دیا جسے بل بنایا جا سکتا ہو۔ چوہے نے دیواروں کو ٹھونک بجا کر دیکھا کہ شاید کوئی کھوکھلی ہو اور وہ اپنے نوکیلے دانتوں سے وہاں سوراخ بنالے مگر اسے ہر طرف سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ چوہیا بھی سر چھپانے کی تلاش جگہ ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔ اچانک اسے گڑیا گھر دکھائی دیا۔ جو بالکل الگ تھلگ اور ایک کونے میں پڑا ہوا تھا۔ چوہیا نے اس کے قریب جا کر دیکھا تو یہ اسے بڑا اچھا لگا۔ اس نے چوہے کو آواز دے کر بلایا اور اس گڑیا گھر کے بارے میں اپنے ارادے سے مطلع کیا۔ چوہے نے گڑیا گھر کو چاروں طرف سے دیکھا۔ یہ دیکھنے کو تو محفوظ لگتا تھا مگر کیا اس کے سر چھپانے کیلئے وہ صحیح ثابت ہو سکتا تھا۔ چوہا چوہیا کو ساتھ لئے گڑیا گھر میں داخل ہو گیا۔ وہ جب دروازے سے اندر داخل ہوئے تو انہیں بڑی حیرت ہوئی گڑیا گھر کے فرش پر خوبصورت اور نرم

وملائم قالین بچھا ہوا تھا۔ دیواروں پر نفیس پردے آویزاں تھے اور گڑیا گھر میں میز کرسیاں اور فانوس بھی موجود تھے۔ وہ دونوں ڈرتے ڈرتے اندر کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ ایک طرف گملوں میں پھولوں والے پودے پڑے تھے۔ گھر بڑا دلکش اور دیدہ زیب تھا۔ وہ دونوں چند قدم آگے بڑھے تو انہیں سامنے کھانے کی میز دکھائی دی جس کے گرد کرسی نفاست سے سجائی گئی تھیں۔ میز پر چھوٹی چھوٹی پلیٹوں میں کھانا موجود تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نے ان کیلئے دعوت کا انتظام کر رکھا ہو۔ چوہا اور چوہیا نے جب کھانا دیکھا تو اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ چوہیا کھانے کی طرف لپکنے لگی تو چوہے نے اسے روکا اور باقی کمروں میں جھانکنے لگا کہیں وہاں کوئی موجود نہ ہو۔ جب اس نے سارے گھر میں کسی کو نہ پایا تو وہ کھانے کی میز کی طرف بڑھ گیا۔ دونوں نے چھری کانٹا

اُٹھایا اور سلیقے سے کھانا کھانے لگے۔ پلیٹوں میں مچھلی اور گوشت کے پارچے اور سبزیوں کے ٹکڑے پڑے تھے۔ چوہے نے کانٹے سے گوشت کو پکڑا اور چھری سے اسے کاٹ کر دوسری پلیٹ میں ڈالنے لگا۔ اس نے چھری سے اسے کاٹ کر دوسری پلیٹ میں ڈالنے لگا۔ اس نے ایک پلیٹ چوہیا کی طرف بڑھادی اور دوسری میں خود کھانے لگا۔ وہ بڑی تہذیب سے کھانا کھا رہے تھے۔ گوشت کے پارچوں کو ختم کر لینے کے بعد وہ سبزی اور پھلوں کے ٹکڑوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے کچھ ہی دیر میں ان کا بھی صفایا پھیر دیا۔ اب دسترخوان پر صرف مچھلی کے پارچے بچے تھے۔ چوہے نے چھری کانٹے کی مدد سے انہیں کاٹنا شروع کیا۔ وہ بڑے سخت تھے۔ چوہے نے زور لگایا تو مچھلی کا پارچہ پلیٹ میں سے پھسل گیا۔ چوہے اس دوران خود پر قابو نہ رکھ سکا اور کرسی سمیت فرش پر الٹ گیا۔ اس نے گرنے سے بچنے کیلئے میز کے کپڑے کو تھامنا چاہا تو وہ پلیٹوں سمیت

کھسک آیا۔ کئی پلیٹیں فرش پر گر کر ٹوٹ گئیں اور کھانا بکھر گیا۔ چوہے کو یہ دیکھ کر بڑا غصہ آیا۔ اس نے ایک طرف پڑا ہوا شمعدان اُٹھایا اور گری ہوئی پلیٹوں کو پیٹنے لگا۔ چوہیا خاموش بیٹھی ہوئی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اس نے چوہے کو منع کیا کہ شور مت کرو ورنہ کوئی اس طرف آ گیا تو انہیں یہ گڑیا گھر چھوڑنا پڑ جائے گا۔ چوہا یہ سن کر رُک گیا۔ اس نے کھانے کی میز کو چھوڑا اور ایک طرف بڑھ گیا۔ وہ ننھی ننھی سیڑھیاں چڑھتا ہوا گڑیا گھر کی چمنی میں پہنچ گیا۔ چمنی میں سے اس نے گردن نکال کر باہر کا جائزہ لیا کہ شاید کوئی شور سن کر اس طرف آ رہا ہو مگر باہر ہر طرف سکون تھا۔ چوہیا بھی دوسری چمنی میں پہنچ کر باہر دیکھنے لگی۔ وہ کافی دیر تک وہیں ٹھہرے رہے۔ جب کافی دیر گزر گئی اور کوئی اس طرف نہ آیا تو ان دونوں کو اطمینان ہو گیا۔ چوہیا نے چوہے کو تنبیہ کی کہ وہ آئندہ ایسی
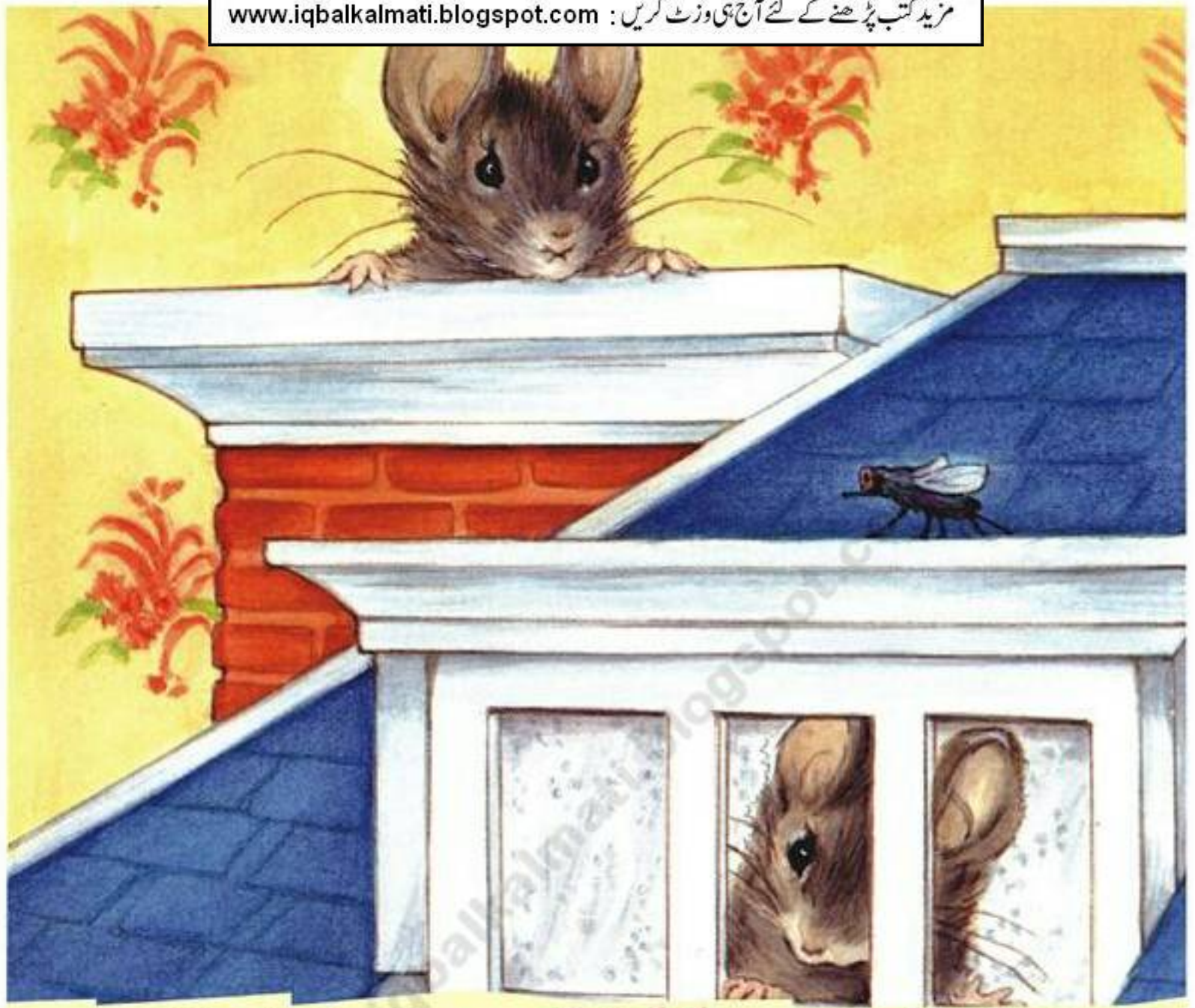
حرکت نہ کرے کیونکہ اس طرح ان سے یہ گڑیا گھر چھن سکتا ہے۔ چوہے نے چوہیا کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ آئندہ اپنے غصے پر قابو رکھے گا اور بلا وجہ ایسی حرکت نہیں کرے گا جس سے گھر کی چیزوں کا نقصان ہو اور گھر چھن جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے۔ جب رات پڑ گئی تو وہ دونوں سونے کی جگہ تلاش کرنے لگے۔ ایک کمرے میں انہیں ایک بستر لگا ہوا دکھائی دیا۔ وہ بستر اتنا بڑا نہیں تھا کہ وہ دونوں اکٹھے سو پاتے۔ چوہیا نے کہا کہ وہ اس بستر پر سو جاتی ہے اور چوہا دوسرے کمرے میں اپنا بستر لگا کر سو جائے۔ چوہا جگہ کی کمی دیکھ کر آمادہ ہو گیا۔ جب سونے کی باری آئی تو انہوں نے دیکھا کہ پورے گھر میں صرف ایک تکیہ موجود تھا۔ چوہے نے کہا کہ وہ تکیہ لے گا کیونکہ چوہیا نے نرم بستر لیا ہے، چوہیا ضد کرنے لگی کہ بغیر تکیے کے اسے نیند نہیں آئے گی اس لئے تکیہ وہ لے

گی۔ دونوں میں دھینگا مشتی شروع ہوگئی۔ وہ دونوں تکیے کو منہ میں دبائے اپنی اپنی طرف کھینچنے لگے۔ اس کھینچا تانی میں تکیہ پھٹ گیا اور اس کی روئی سارے گھر میں بکھر گئی۔ جب تکیہ اس قابل نہ رہا کہ کسی کے استعمال میں آسکے تو وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف شرمندگی سے دیکھنے لگے۔ چوہیا نے کہا کہ اگر چوہا ایسا ہی کرتا رہے گا تو جلد ہی گھر کے مکینوں کو ان کے بارے میں معلوم ہو جائے گا اور پھر وہ انہیں اس گھر میں نہیں رہنے دیں گے۔

کے بارے میں معلوم ہو جائے گا اور پھر وہ انہیں اس گھر میں نہیں رہنے دیں گے۔ چوہے کو اپنے کیے پر ندامت ہوئی۔ اس نے چوہیا سے معافی مانگی اور آئندہ احتیاط کرنے کا وعدہ کیا۔ پہلے دن کی لڑائی کے بعد ایسا سکون ہوا کہ وہ دونوں آپس میں کبھی نہیں لڑے اور نہ ہی چوہے کوئی ایسی بات کی جس سے گھر کے مکینوں کو معلوم ہو جاتا

کہ گڑیا گھر میں چوہوں نے قبضہ جما لیا ہے۔ بچے روزانہ گڑیا گھر کو دیکھنے آتے تو دونوں چوہے نیچے والے کمروں میں چھپ جاتے۔ بچوں کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ گڑیا گھر میں چوہے رہتے ہیں۔ وہ گڑیا گھر کی صفائی کرتے، پردے دھو کر لٹکاتے اور اپنی گڑیا گڈے کیلئے کھانا میز پر سجا کر واپس لوٹ جاتے۔ جب چوہوں کو اطمینان ہو جاتا کہ بچے اب واپس لوٹ کر نہیں آئیں گے تو وہ اطمینان سے نکلتے اور میز پر لگا ہوا کھانا چٹ کر جاتے۔ ایسے ہی وقت گزرتا چلا گیا۔ پھر چوہیا نے ڈھیر سارے بچے دیے جو گڑیا گھر میں یوں رہتے جیسے وہ ان کا اپنا گھر ہو۔ یہ سلسلہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا کیونکہ گھر کے مکینوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ گڑیا گھر میں چوہوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ گھر والوں نے گڑیا گھر کو چوہوں سمیت باہر کوڑے دان میں پھینک دیا جہاں سے وہ گڑیا گھر کوڑے کے ڈھیر میں پہنچ گیا۔ چوہوں کو اس اتنی محبت ہو چکی تھی کہ وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے کوڑے کے ڈھیر پر بھی اسے اپنا گھر بنائے رکھا۔
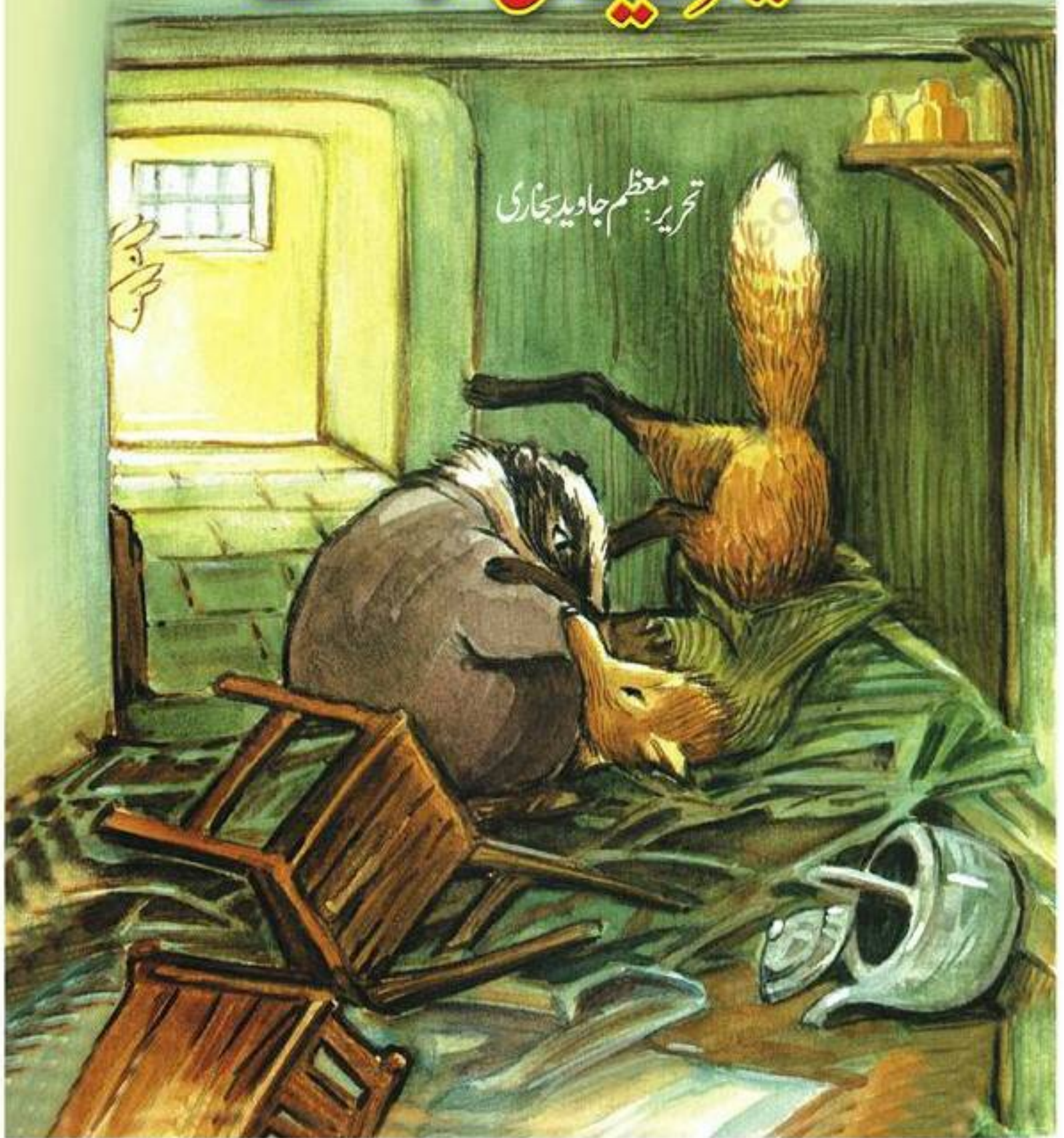
مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com
بھیڑیئے کی شامت
تحریر: معظم جاوید بخاری

بھیڑیئے کی شامت

تحریر: معظم جاوید بخاری

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک جنگل میں ایک سفید اور کالا ''اود بلا'' رہتا تھا جس کا نام تاڈ تھا۔ وہ بڑا مہربان اور رحم دل تھا۔ وہ جنگل میں ایک چھوٹی سی کٹیا میں رہائش پذیر تھا۔ وہ جنگل کے سب جانوروں کے کام آتا اور مشکل گھڑی میں ان کی دل کھول کر مدد کیا کرتا۔ اس جنگل میں کہیں سے ایک بھیڑیا آ گیا جو بڑا سنگدل اور ظالم تھا۔ وہ کمزور جانوروں کو بہت ستاتا اور ان سے کھانے پینے کی چیزیں چھین لیا کرتا۔ بھیڑیئے کا نشانہ زیادہ تر جنگل کے معصوم خرگوش بنتے تھے۔ خرگوشوں نے تنگ آ کر جنگل میں آزادانہ گھومنا چھوڑ دیا اور ہر وقت اپنی بل میں گھسے رہتے۔ جنگلی خرگوشوں میں ایک چھوٹا خرگوش ''سباذ'' نامی تھا جو اپنے کزن ''جفار'' کے ساتھ جنگل میں کھیلنا پسند کرتا تھا۔ اس کے خرگوش والدین نے اسے جنگل میں گھومنے پھرنے سے منع کر دیا تاکہ وہ بھیڑیئے کے ظلم کا شکار نہ ہو جائے۔ سباذ کو بھیڑیئے پر بڑا غصہ آیا مگر وہ کیا کر سکتا تھا؟ ایک دن وہ نظر بچا کر جنگل میں نکل گیا۔ وہاں اس کی ملاقات تاڈ سے ہو گئی جو جنگل کے راستے میں ایک گڑھے کو بیلچے کے ساتھ بھر رہا
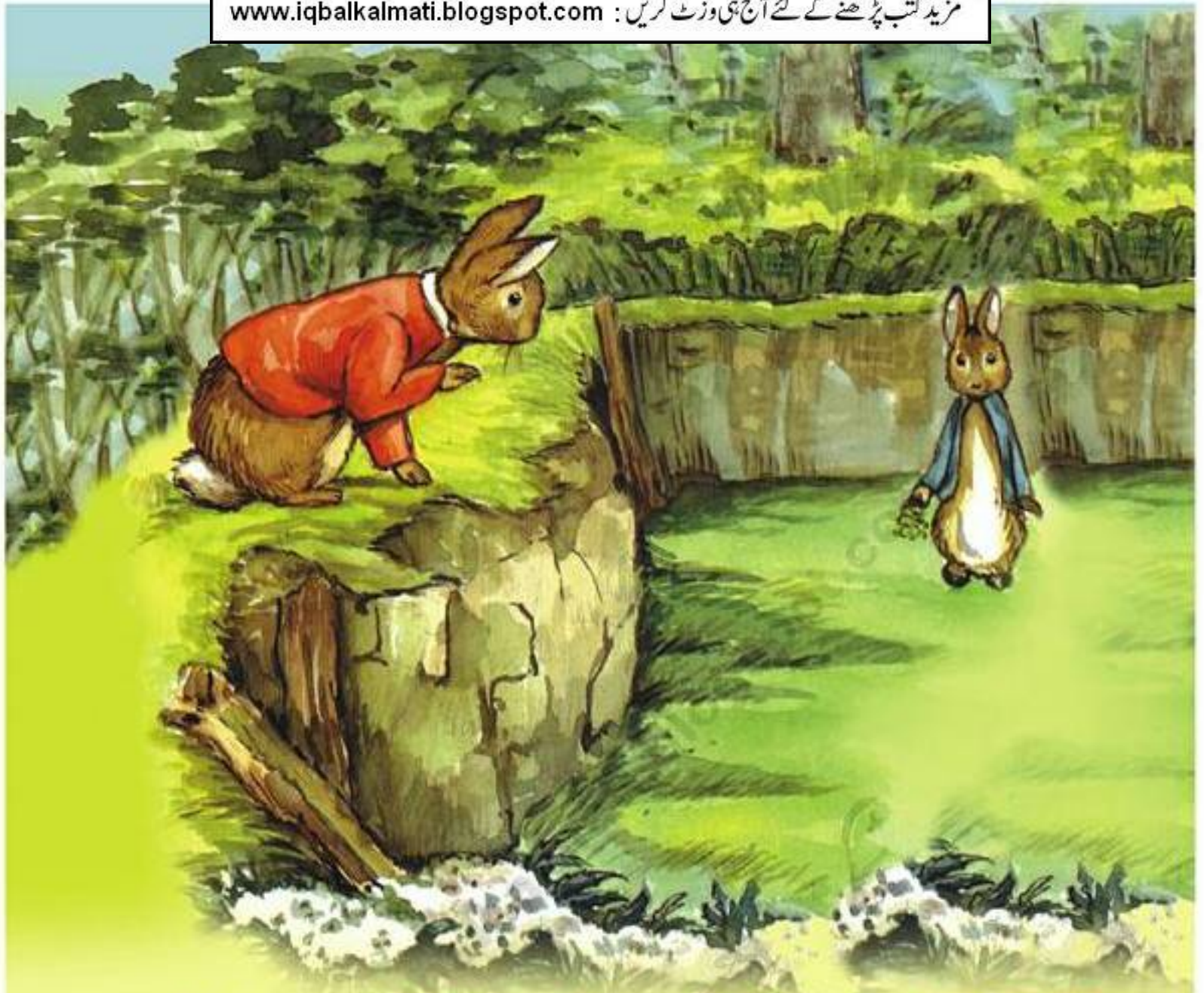
تھا تا کہ آنے جانے والے اس میں نہ گر جائیں۔ تاڈ نے جب سباد کو دیکھا تو چونک پڑا۔ اس نے سباد کو اپنے پاس بلایا اور باقی خرگوشوں کی خیریت کے بارے میں دریافت کیا کیونکہ اسے کافی دنوں سے جنگل میں خرگوش دکھائی نہیں دیئے تھے۔ سباد نے اسے بھیڑیئے کے بارے میں بتایا تو تاڈ کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے بھیڑیئے کو سزا دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے سباد کو کہا کہ وہ بے فکری سے اس کے گھر پہنچ جائے۔ وہ فارغ ہو کر آتا ہے اور پھر وہ اس کے سامنے بھیڑیئے کی خوب درگت بنائے گا۔ سباد کو تاڈ کی بات سن کر بڑی خوشی ہوئی کیونکہ بھیڑیئے سے خلاصی پانے پر وہ آزادانہ جنگل میں کھیل سکتا تھا۔ وہ تاڈ کی ہدایت پر اس کے گھر کی طرف چل دیا۔ وہ اونچے ٹیلے پر چل رہا تھا کہ اسے نیچے وادی میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ سباد خوف سے کانپ گیا کہ کہیں بھیڑیا نیچے اس کی تاک میں نہ ہو۔ اس نے ڈرتے ڈرتے نیچے جھانکا تو کچھ دور اسے اپنا کزن جغار دکھائی دیا۔ اسے

دیکھ کر سباد کو تسلی ہوئی۔ جفار نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ تیزی سے اس کے پاس آیا اور خیریت دریافت کرنے لگا۔ اس نے بتایا کہ اس کی عدم موجودگی پا کر اس کے ماں باپ نے جفار کو اس کی تلاش میں روانہ کیا ہے۔ سباد نے جفار کو تاڈ سے ملاقات کے بارے میں بتایا اور اس کی ہدایت کا ذکر کیا۔ جفار بھی بھیڑیے سے خوفزدہ تھا اس لئے اس نے سباد کو تاڈ کے گھر کی طرف جانے سے روکا اور کہا کہ وہ تاڈ کی فکر چھوڑ کر واپس گھر چلے جہاں اس کے ماں باپ پریشان بیٹھے ہیں۔ سباد نے جفار کی ایک نہیں مانی اور تاڈ کے گھر کی طرف جانے کی ضد برقرار رکھی۔ جفار نے جب یہ دیکھا کہ سباد اس کی بات نہیں مان رہا تو وہ مجبوراً اس کے ساتھ ہولیا کیونکہ ایک سے دو بھلے ہوتے ہیں۔ اچانک ان کی نظر بھیڑیے پر پڑی جو کچھ فاصلے پر ایک طرف جا رہا تھا۔ وہ دونوں خرگوش ایک پہاڑی کی آڑ کے پیچھے چھپ گئے۔ جفار نے سباد کو سختی سے کہا کہ آگے بڑھنا خود کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے لہٰذا واپس چلتے ہیں۔ سباد نے اس کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے بھیڑیے پر نظریں جما رکھی

تھیں۔ اس نے جفار کو کہا کہ بھیڑیئے کا رُخ تاڈ کے گھر کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ چلو اس کا پیچھا کرتے ہیں۔
جفار نے جب یہ سنا تو پریشان ہوگیا کیونکہ وہ بھیڑیئے کا پیچھا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سباد کے اصرار پر اسے چلنا
پڑا۔ وہ دونوں چھپتے چھپاتے بھیڑیئے کا تعاقب کرنے لگے۔ سباد کا خیال درست نکلا، بھیڑیا تاڈ کے گھر کے
پاس پہنچ کر رُک گیا تھا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ گھر میں کوئی ہے یا نہیں۔ وہ چلتا ہوا گھر کے دروازے پر پہنچ
گیا۔ اس نے دھیرے سے دروازے کا پٹ کھولا اور جھانک کر اندر دیکھا تو اسے تاڈ بستر پر گہری نیند سویا ہوا
دکھائی دیا۔ بھیڑیا اسے سوتا دیکھ کر بے حد خوش ہوا۔ سباد، جفار کو ساتھ لئے تاڈ کے گھر کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں
اسے ایک روشن دان دکھائی دیا۔ سباد تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔ دونوں دوست جھانک کر کمرے کا منظر
دیکھنے لگے۔ تاڈ بستر پر ٹانگیں پھیلائے گہری نیند سو رہا تھا۔ جفار نے یہ دیکھ کر سباد سے پوچھا کہ وہ جنگل میں
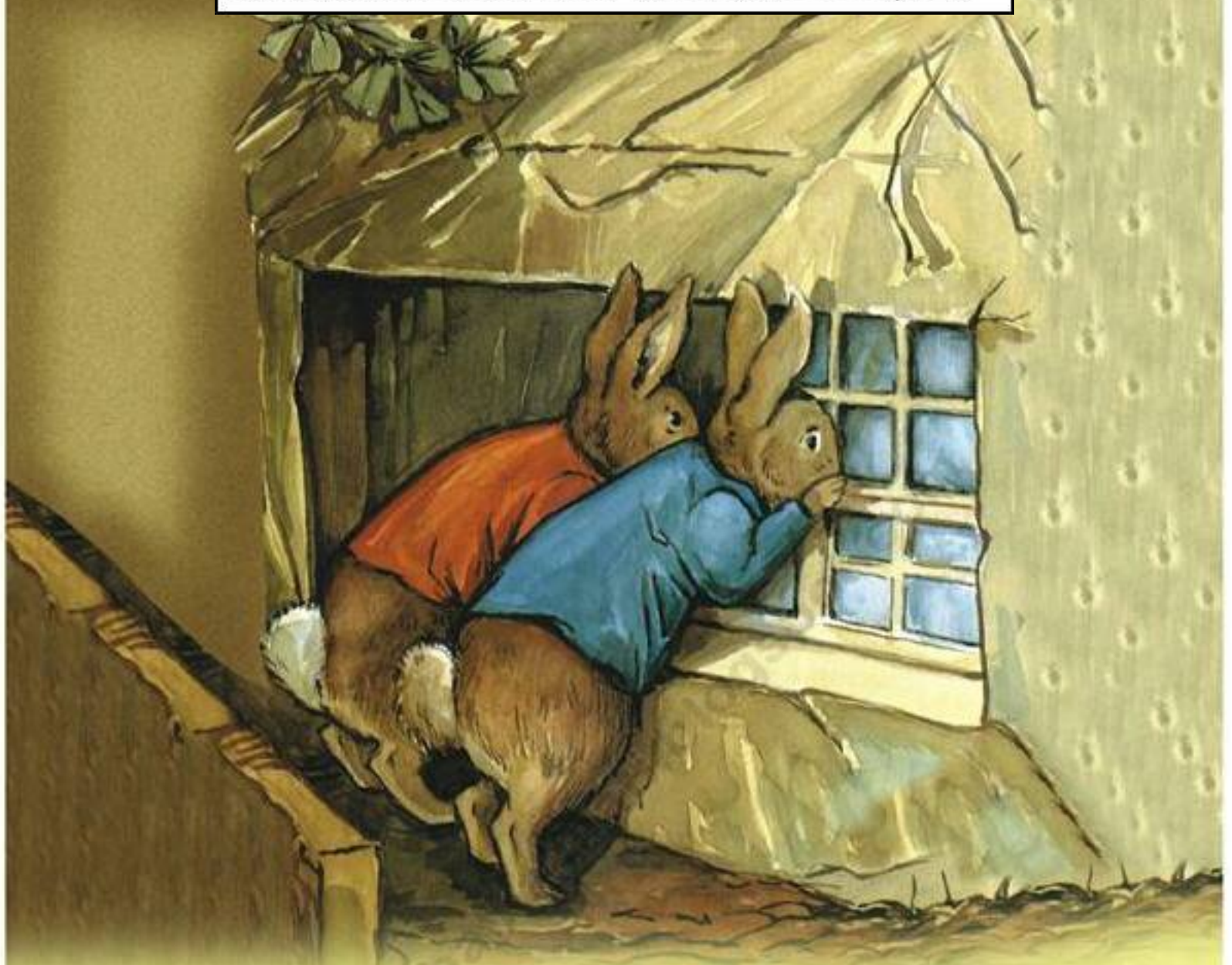
کس سے مل کر آیا ہے؟ تاڈ تو یہاں گہری نیند سو رہا ہے۔ سباد کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کیونکہ تاڈ کچھ دیر پہلے ہی اسے جنگل میں ملا تھا جہاں وہ اپنے بیلچے کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا لہٰذا وہ خاموش رہا۔ وہ دونوں خاموشی سے اندر دیکھتے رہے۔ بھیڑیا جونہی دروازے سے اندر داخل ہوا تو اس کا پاؤں زمین پر بندھی ہوئی رسی سے ٹکرا گیا۔ اس رسی کے دوسری طرف ایک خالی بالٹی بندھی ہوئی تھی جو تاڈ کے بستر کے اوپر ہوا میں لٹک رہی تھی۔ رسی کے ہلنے سے بالٹی نے کھٹکا کیا۔ تاڈ کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے اُٹھ کر دیکھا تو اسے سامنے بھیڑیا دکھائی دیا۔ بھیڑیے نے تاڈ کو بیدار دیکھ کر سلام کیا اور اس کی نیند خراب ہونے پر معذرت کی۔ تاڈ نے خوش اخلاقی سے اسے خوش آمدید کہا اور اسے بیٹھنے کیلئے کہا۔ بھیڑیا ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تاڈ نے اُٹھ کر ایک کیتلی میں پانی ڈال کر گرم کیا اور چائے بنانا شروع کردی۔ کچھ ہی دیر میں چائے بن چکی تھی۔ اس نے
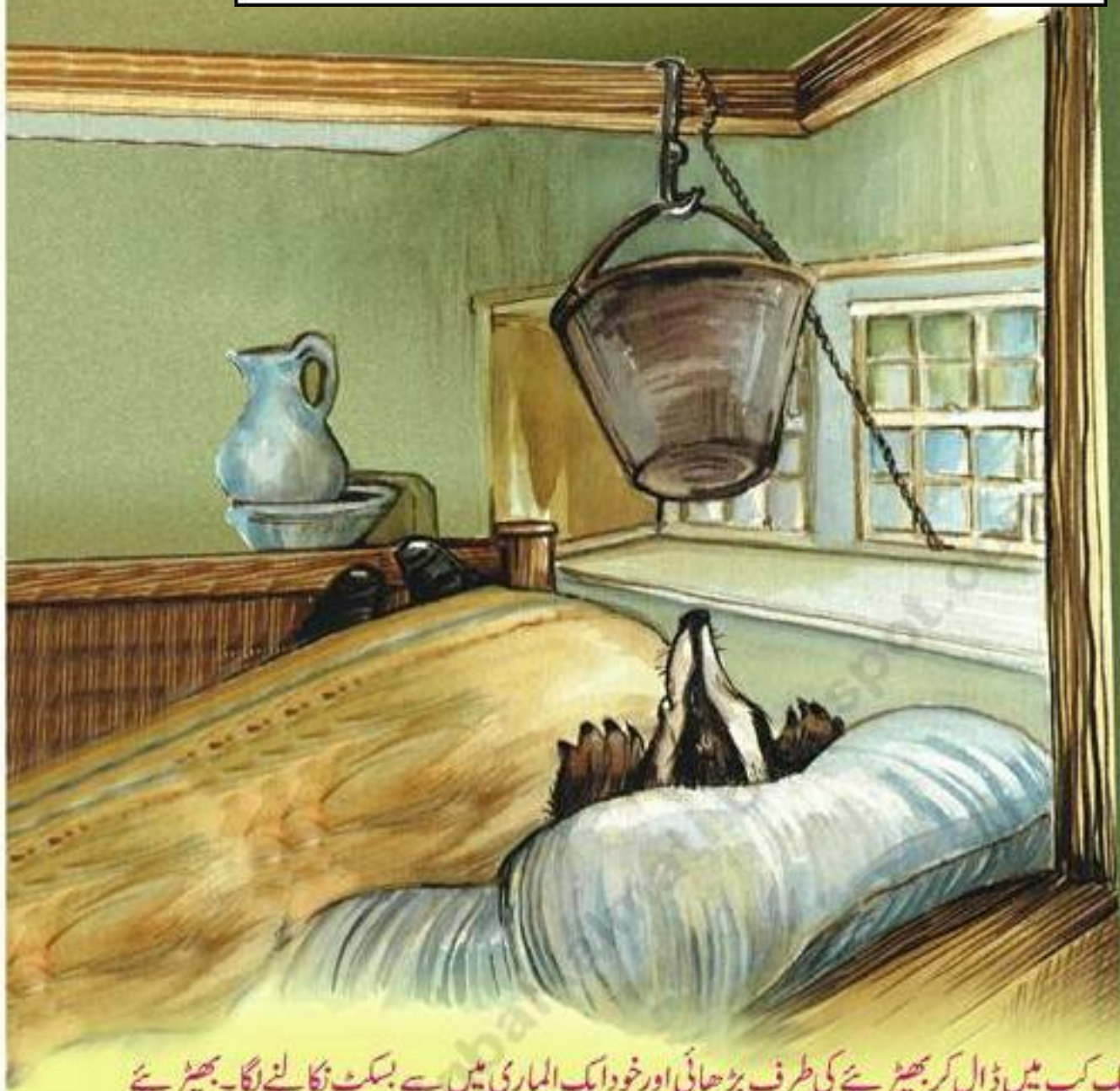
چائے ایک کپ میں ڈال کر بھیڑیئے کی طرف بڑھائی اور خود ایک الماری میں سے بسکٹ نکالنے لگا۔ بھیڑیئے نے تاڈ کو بے خبر دیکھ کر جلدی سے اپنی جیب میں سے ایک پڑیا نکالی اور تاڈ کی چائے میں انڈیل دی۔ سبا داور جفار یہ دیکھ کر چونک پڑے، وہ دونوں تاڈ کو آگاہ کرنا چاہتے تھے مگر اس کیلئے انہیں کمرے میں جانا ضروری تھا۔ تاڈ نے بسکٹوں کو پلیٹ میں ڈالا اور بھیڑیئے کی طرف بڑھا دیا۔ بھیڑیئے نے شکریئے کے ساتھ بسکٹ لے لیا۔ تاڈ نے بھیڑیئے سے اس کی آمد کے بارے میں دریافت کیا۔ اس سے پہلے بھیڑیا کچھ جواب دیتا۔ تاڈ کی نظر کپ کی پرچ پر جا پڑی جہاں سفید پاؤڈر کی ہلکی سی تہہ جمی ہوئی تھی۔ تاڈ نے انگلی سے سفید پاؤڈر اُٹھایا اور ناک کے قریب لے جا کر سونگھا۔ اسے فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ بے ہوشی کر دینے والی دوا ہے۔ تاڈ نے زور سے چھینک مار کر اس پاؤڈر کے اثر کو زائل کیا اور اپنی پیالی اُٹھا کر بھیڑیئے کی طرف بڑھا دی۔ بھیڑیا یہ دیکھ کر ہڑ بڑا
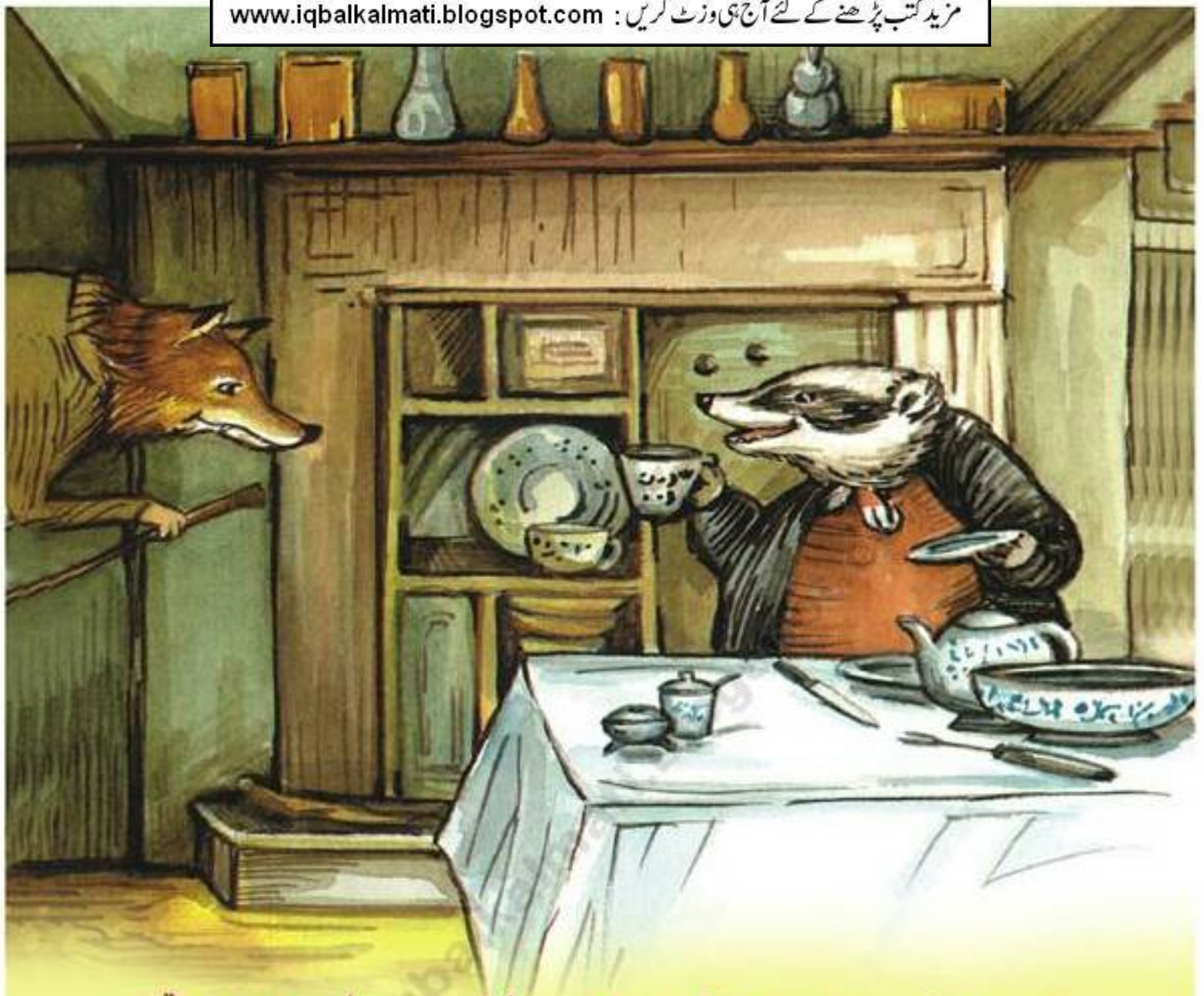
سا گیا۔ تاڈ نے غصے سے اس سے پوچھا کہ تم نے اس میں بے ہوشی کی دوا کیوں ملائی ہے؟ بھیڑیا فوراً قسمیں کھانے لگا کہ اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی ہے۔ تاڈ نے کہا کہ اگر وہ اپنے بیان میں سچا ہے تو وہ اس چائے کو پی لے۔ بھیڑیے نے اپنی خالی پیالی دکھا کر کہا کہ وہ اپنے حصے کی چائے پی چکا ہے اور اسے مزید چائے کی کوئی طلب نہیں ہے۔ تاڈ نے کہا کہ چائے تو اسے اب پینا ہی پڑے گی۔ بھیڑیا یہ سن کر مصنوعی غصے کا اظہار کرنے لگا کہ تاڈ گھر آئے مہمانوں کے ساتھ ایسی بدتمیزی کرتا ہے تو وہ بھول کر بھی اس کے گھر نہ آتا۔ تاڈ بھیڑیے کی فریب کاری کو سمجھ چکا تھا اس لئے اس نے اس کے غصے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ خاموشی سے چائے پی لے ورنہ وہ زبردستی چائے اس کے حلق میں انڈیل دے گا۔ بھیڑیا یہ سن کر غصے سے پاؤں پٹختا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے چائے پینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ تاڈ نے آگے بڑھ کر ایک زوردار تھپڑ بھیڑیے کے منہ پر رسید

کیا۔ بھیڑیے کے وہم وگمان میں نہیں تھا کہ تاڈیوں بھی کرسکتا ہے۔ وہ چکرا کر زمین پر جا گرا۔ تاڈ نے اس کے دونوں بازو اپنی ٹانگ کے نیچے دبائے اور چائے اس کے منہ میں ڈالنا شروع کر دی۔ بھیڑیے کافی کوشش کی کہ وہ چائے کو حلق سے اترنے نہ دے مگر تاڈ کے ایک گھونسے نے اس کی ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ چائے کا ایک بڑا گھونٹ اس کے حلق میں اتر گیا۔ بھیڑیا تاڈ کے مقابلے میں زیادہ طاقتور نہ تھا، اسی لئے مار کھا گیا۔ بیہوشی کی دوا نے فوراً اثر دکھایا اور بھیڑیا بے جان ہو کر ایک طرف لڑھک گیا۔ اس دھینگا مشتی کے دوران تاڈ کے کئی برتن ٹوٹ چکے تھے۔

سباد اور جفار نے بھیڑیے کو گرا دیکھ کر جوش سے نعرہ لگایا۔ تاڈ نے ان دونوں کو اندر بلا لیا۔ وہ دونوں تاڈ کی تعریف کر رہے تھے۔ تاڈ نے بھیڑیے کو اس کی جیکٹ میں اچھی طرح باندھا اور ان دونوں کے حوالے کر دیا۔ سباد حیرت سے تاڈ کو دیکھنے لگا۔ تاڈ نے ہنس کر کہا کہ وہ اس گٹھڑی کو اُٹھا کر قریبی ندی پر لے جائیں اور اس میں پھینک دیں تاکہ بھیڑیا آج کے بعد کسی کو بھی تنگ نہ کر سکے۔ دونوں خرگوش بھیڑیے کی گٹھڑی اُٹھائے ہنستے ہوئے ندی کی طرف چل دیئے۔

کچھ دیر بعد وہ بے ہوش بھیڑیے کو ندی کی لہروں کے حوالے کر کے واپس لوٹ آئے۔ بھیڑیے سے جنگلی جانوروں کی جان ہمیشہ کیلئے چھوٹ چکی تھی۔

عقلمند چوہیا

تحریر: معظم جاوید بخاری
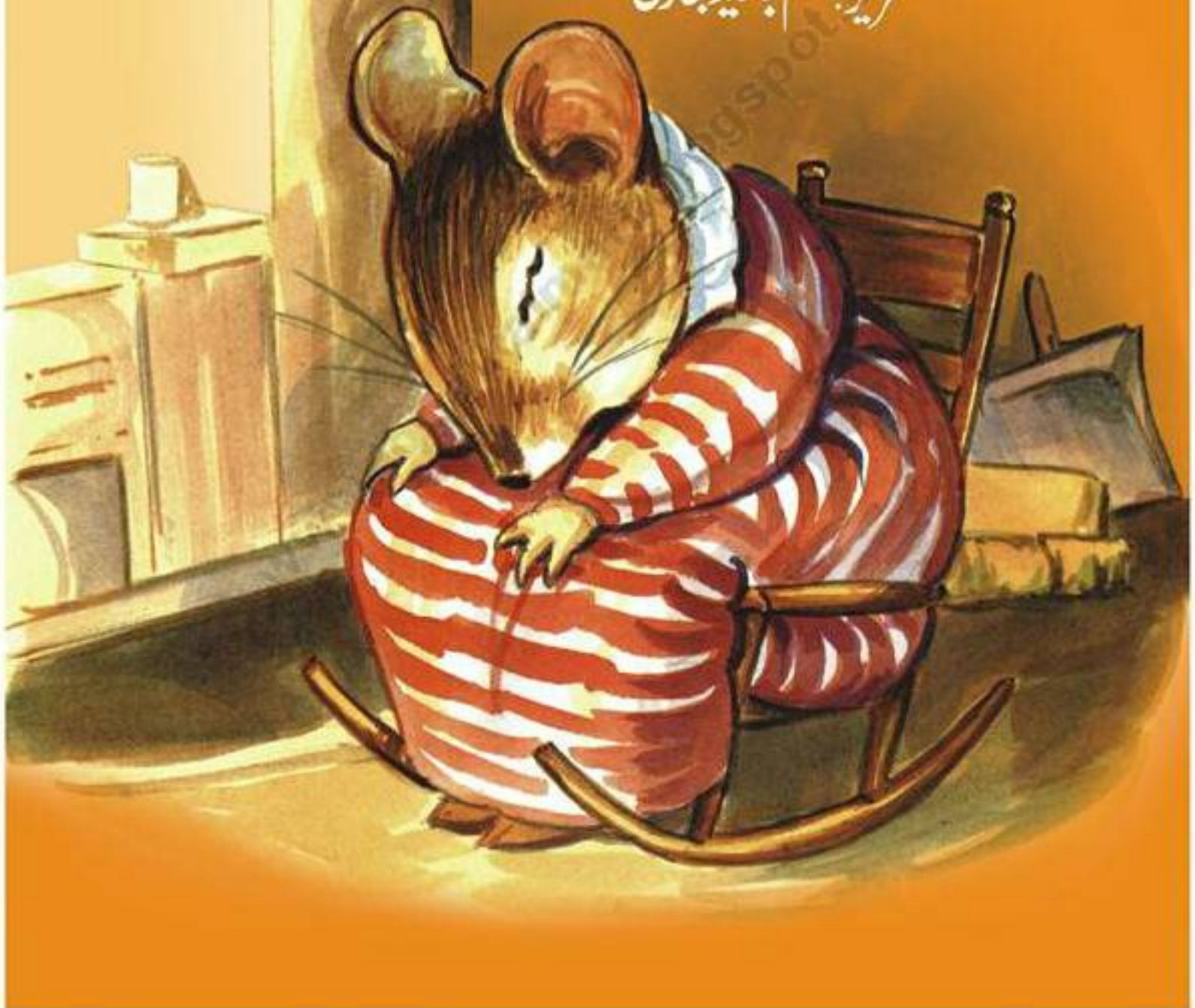
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک چھوٹی پہاڑی کے میں کئی بل تھے، جن میں کئی چوہوں نے بسیرا کر رکھا تھا۔ یہ مٹی کی پہاڑی تھی جس پر طرح طرح کے پودے پھیلے ہوئے تھے۔ پودوں کے درمیان میں چوہوں کی بل تھیں جو عام طور پر دکھائی نہیں دیتی تھیں۔ ان بلوں میں ایک بل ایک چوہیا کی تھی جس کا نام زیما تھا۔ یہ بالکل اکیلی رہتی تھی۔ دوسرے چوہوں کی نسبت اسے عقل سے کچھ کچھ واسطہ تھا۔ جس کی وجہ سے اکثر چوہے اپنے مسائل لے کر اس کے پاس چلے آتے اور زیما انہیں اپنی عقل و فہم کے مطابق حل بتا دیتی۔ اس کے مشورے اکثر چوہوں کے مشکل کو دور کر دیتے تھے۔ اسی لئے زیما کو سب چوہے بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ایک بار یوں ہوا کہ برسات کی بارشیں خوب برسیں، جس کے باعث کئی کیڑے مکوڑے اور دوسرے جانور گھبرا کر ان بلوں کی طرف آ گئے۔ چھوٹے موٹے کیڑے مکوڑے تو چوہوں کی غذا بن گئے جبکہ بڑے کیڑوں کو انہوں نے وہاں

سے بھگا ڈالا۔ انہی نو وارد جانوروں میں ایک چھوٹا کچھوا بھی شامل تھا جو جسامت میں چوہوں سے تھوڑا سا بڑا تھا۔ وہ ہر کسی کی بل میں گھس جاتا اور وہاں موجود ذخیرہ کی گئی خوراک چٹ کر جاتا۔ چوہوں نے بڑی کوشش کی کہ اسے وہاں سے بھگا دیں مگر انہیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ کچھوا بڑا ہوشیار اور چالاک تھا۔ وہ چوہوں کی ہر چال کو ناکام بنا دیتا تھا۔ تنگ آ کر سب چوہے زیما کے پاس چلے آئے اور اس سے مدد طلب کی۔ زیما نے کچھوے کے بارے میں سوال جواب کیے تاکہ اسے اس کی جسامت اور حلیئے سے آگاہی ہو سکے۔ چوہوں نے اپنی معلومات کے مطابق اس کے سامنے کچھوے کی تصویر کھینچ دی۔ زیما کچھوے کے حلیئے سے باخبر ہو چکی تھی۔ زیما نے سب چوہوں کو تسلی دی کہ وہ بے فکر ہو کر اپنے اپنے گھروں کو جائیں میں ایک آدھ دن میں کچھوے سے نجات کے بارے میں کچھ سوچتی ہوں۔ سب چوہے زیما کی تسلی پر واپس لوٹ گئے۔ زیما کو معلوم نہیں تھا کہ کچھ

دور پودوں کی آڑ میں پچھواس کی سب باتیں سن رہا تھا۔ پچھوے نے پہلے زیما کو سبق سکھانے کا ارادہ ٹھان لیا تھا۔ وہ چپکے سے زیما کی بل میں داخل ہو گیا۔ زیما چوہوں کو رخصت کرنے کے بعد پچھوے کے بارے میں سوچنے لگی کہ اس سے کیسے جان چھڑائی جائے؟ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس کے چہرے پر گہرا اطمینان پھیل گیا جیسے وہ کوئی فیصلہ کر چکی ہو۔ زیما کپڑے جھاڑ کر اپنی بل میں داخل ہو گئی۔ وہ ابھی کچھ ہی فاصلہ طے کر پائی تھی کہ اُسے راہداری میں کچھ حرکت محسوس ہوئی۔ وہ چونک پڑی۔ اس نے غور سے دیکھا تو اسے معلوم ہو گیا کہ اس کی بل میں ایک لال بجھکڑ گھس آیا تھا۔ یہ سرخ رنگ کی کالے دھبوں والی جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ لال بجھکڑ کی جرأت دیکھ کر زیما کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے جلدی سے اپنی قمیص میں سے ایک ٹارچ نکالی اور اس کا بٹن دبا کر اسے روشن کر دیا۔ تیز زرد روشنی پوری راہداری میں پھیل گئی۔ لال بجھکڑ روشنی سے بڑے ڈرتے تھے اس لئے وہ

اپنے قریب روشنی دیکھ کر گھبرا اُٹھا۔ زیما نے ٹارچ کی تیز روشنی اس کی آنکھوں میں ڈالی تو وہ تکلیف سے تڑپ کر رہ گیا۔ وہ زمین پر اُلٹ کر دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھے روشنی سے بچنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ جب تکلیف اس کی برداشت سے باہر ہوگئی تو وہ عاجزی وانکساری سے زیما کی منت سماجت کرنے لگا کہ وہ اس عذاب کو ختم کردے۔ زیما نے روشنی بند کرنے کیلئے یہ شرط رکھی کہ اگر وہ خاموشی کے ساتھ اس کی بل میں باہر نکل جائے اور آئندہ کسی بھی چوہے کی بل میں داخل نہ ہو تو وہ اس کی جان بخش سکتی ہے ورنہ وہ اسے تیز روشنی میں ہی جلا ڈالے گی۔ لال بجھکو نے فوراً شرط مان لی اور زیما نے ٹارچ کی روشنی اس کی آنکھوں سے ہٹالی۔ جان بچتے پر لال بجھکو نے فوراً ہی باہر کی طرف دوڑ لگادی۔ زیما کو جب اطمینان ہوگیا کہ لال بجھکو واقعی وہاں سے جاچکا ہے تو وہ ٹارچ کو بند کرکے اندر کی طرف چل دی' جونہی وہ اپنے کمرے میں پہنچی تو اس کا سر چکرا کر رہ گیا کیونکہ وہاں

عجیب سا جانور ارغوانی رنگ کا گاؤن پہنے زیما کی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ زیما اس کی صورت نہیں دیکھ سکتی تھی کیونکہ اس کی پیٹھ اس کی طرف تھی۔ جب وہ اس کے قریب پہنچی تو اس جانور نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کا حلیہ دیکھ کر زیما کو اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ وہ کچھوا ہی ہو سکتا ہے۔ کچھوا نے زیما کو دیکھ کر دانت نکال دیئے۔ زیما نے اس سے سوال جواب کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ وہ سیدھی باورچی خانے میں چلی آئی اور اپنی فریج میں سے دو موٹے موٹے سرخ بیر نکالے۔ بیروں کو طشت میں رکھ کر وہ کچھوے کے پاس چلی آئی۔ کچھوا حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ زیما نے سرخ بیر کچھوے کو پیش کئے اور معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ''اس وقت گھر میں اور کوئی چیز تیار نہیں ہے ورنہ وہ مہمان کی خاطر تواضع زیادہ اہتمام سے کرتی۔ کچھوے نے شکریہ ادا کئے بغیر

دونوں سرخ بیر اُٹھائے اور ایک ایک کر کے منہ میں ڈال لئے۔ بیروں کا گودا بڑا رسیلا اور میٹھا تھا۔ کچھوا زیما کی خدمت سے بڑا خوش ہوا اور سوچنے لگا کہ وہ اب یہیں رہے گا، کم از کم میٹھے بیر تو کھانے کو ملیں گے۔ کچھوے کو معلوم نہیں تھا کہ بیر کے اندر گٹھلی ہوتی ہے جسے چوس کر پھینک دیا جاتا ہے۔ کچھوے نے لالچ میں آ کر گٹھلی نگلنے کی کوشش کی تو وہ اس کے حلق میں جا پھنسی۔ پھر کیا تھا؟ کچھوا تکلیف سے بلبلا اُٹھا۔ زیما کی ترکیب کارگر ثابت ہوئی تھی۔ زیما نے فوراً ہمدردی جتائی اور اس کی کمر پر ہاتھ مارے تا کہ گٹھلی نکل جائے مگر کوئی فائدہ نہ ہو پایا۔ اس سے نہ تو بولا جا رہا تھا اور نہ ہی صحیح طرح سے سانس لی جا رہی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد کچھوے کو سانس لینا دشوار ہو گیا۔ زیما یہ دیکھ کر بڑی پریشان ہوئی کہ اگر کچھوا اس کی بل میں ہی مر گیا تو اسے کون اُٹھا کر باہر لے جائے گا؟ اچانک اس کے ذہن میں ترکیب آئی۔ اس نے کچھوے کو کہا کہ اگر وہ فوراً ڈاکٹر کے پاس چلا جائے تو

وہ اس کی کچھ مدد کرسکتا ہے۔ کچھوا تکلیف سے نہایت پریشان تھا۔ اس نے بمشکل اشارے سے ڈاکٹر کے بارے میں پوچھا تو زیما نے فوراً اسے راستہ سمجھا دیا۔ کچھوا گرتا پڑتا اُٹھا اور اس کے بتائے ہوئے راستے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا حلق تھام رکھا تھا۔ زیما اس کے پیچھے پیچھے چلی آئی۔ راستہ بڑا خراب تھا۔ ہر طرف کیچڑ پھیلا ہوا تھا۔ کچھوا اس سے بے خبر اپنی تکلیف کی شدت میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ زیما کیچڑ کے شروع میں ہی رُک گئی تھی۔ وہ کچھوے کو آگے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔ وہ کیچڑ دراصل دلدل تھی جو کہ اپنے اندر آنے والے جانوروں کو نگل لیتی تھی۔ کچھوا جب کافی آگے بڑھ آیا تو اس کے پاؤں کیچڑ میں دھنس گئے۔ کچھوے کو اپنا پاؤں اُٹھانا دشوار ہو گیا۔ وہ حلق کی تکلیف کو بھول کر کیچڑ سے پاؤں نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ جتنا اوپر کو زور لگاتا، دلدل اسے اتنا ہی نیچے کی طرف کھینچ لیتی۔ کچھوے کو اندازہ ہو چکا تھا کہ زیما نے اس کے ساتھ چالاکی کرتے ہوئے اسے کیچڑ والی دلدل میں اُتار دیا ہے۔ اب وہ کیا کرسکتا تھا؟ ایک طرف سرخ بیر کی

گٹھلی حلق میں پھنسی ہوئی اذیت پہنچا رہی تھی تو دوسری طرف دلدل آہستہ آہستہ اس کے جسم کو نگلتی جا رہی تھی۔ زیما خاموشی سے کچھوے کو دلدل میں ڈوبتا ہوا دیکھتی رہی۔ جب کچھوا دلدل میں بالکل غائب ہو گیا تو اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس اپنے گھر لوٹ آئی۔ کچھوے سے سب کی جان چھوٹ چکی تھی۔ برسات کا موسم بھی ختم ہو چکا تھا تیز دھوپ ہر طرف پھیل گئی تھی۔

کیڑے مکوڑوں اور جانوروں کی آمد کا سلسلہ بھی رُک چکا تھا۔ زیما نے محفوظ خوراک کو دھوپ لگوانے کا سوچا تا کہ اس میں سے برساتی نمی ختم ہو جائے۔ اگلے دن اس نے محفوظ کیا ہوا پنیر باہر نکالا اور اسے دھوپ میں رکھ دیا تا کہ اس میں برسات کے اثرات ختم ہو جائیں۔ پنیر کی خوشبو جب فضا میں پھیلی تو تتلیوں نے اس طرف کی راہ لی۔ وہ پنیر پر بیٹھ کر اس کا رس چوس کر اُڑ جاتیں۔ زیما یہ تماشا دیکھ کر خوش ہوتی رہی۔ پنیر کا رس ہی تو برساتی نمی تھی جس کا نکل جانا ضروری تھا۔ تیز دھوپ کے موسم کے آغاز پر چوہوں کو کسی کا خوف باقی نہیں رہا تھا۔ برسات کے باعث جو کیڑے مکوڑے وہاں آئے تھے ان سے جان چھوٹ چکی تھی اور کچھوا بھی اپنے انجام کو پہنچ چکا تھا۔ زیما نے سب چوہوں کو گھر میں بلا کر ان کی ضیافت کی اور انہیں ہنس ہنس کر بتایا کہ اس نے کیا ترکیب لڑائی کہ کچھوا خود بخود اپنے پیروں سے چل کر دلدل میں جا گھسا اور پھر بے بسی کے عالم میں دلدل میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ زیما کی کہانی سن کر سب چوہوں نے خوب ہلّہ گلّہ کیا۔

آج بچائے تو کل کھائے!
تحریر: معظم جاوید بخاری

آج بچائے تو کل کھائے!

تحریر: معظم جاوید بخاری

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک چھوٹے سے گھر میں ایک پیاری سی لڑکی مینا رہا کرتی تھی۔ وہ سارا دن گھر کے کام کرتی اور رات کو تھک ہار کر سو جاتی۔ اس کے گھر میں چوہے بہت تھے اور مینا چوہوں سے بڑا ڈرتی تھی۔ اس نے اپنے پڑوسی سے چوہوں کی مصیبت کا ذکر کیا تو اس نے اسے مشورہ دیا کہ وہ بازار سے ایک بلی خرید لائے، گھر میں جب بلی آجائے گی تو چوہوں سے خود بخود نجات مل جائے گی۔ مینا کو یہ مشورہ بھلا لگا۔ اس نے بلیوں کی دکان پر فون گھمایا اور اسے چوہوں کو کھانے والی بلی بھیجنے کی ہدایت کی۔ دکاندار نے کہا کہ وہ بے فکر رہے شام تک بلی اس کے گھر پہنچ جائے گی۔ جب شام ہوئی تو کوئی ایک بڑی سی پالنے والی ٹوکری اس کے دروازے پر رکھ کر چلا گیا۔ اتفاق سے ایک موٹا چوہا اس طرف آنکلا۔ اس نے دروازے پر ٹوکری دیکھی تو سوچ میں پڑ گیا کہ یہ تو بچوں والی ٹوکری دکھائی دیتی ہے، اس کی کیا ہو سکتا ہے؟ چوہے کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اس نے

اپنے ساتھیوں کو آگاہ کرنے کی ٹھانی۔ وہ جب اپنے ساتھیوں کے پاس جا رہا تھا۔ اسی وقت مینا باہر نکلی اور ٹوکری اُٹھا کر اندر لے گئی۔ چوہے چلتے چلتے ٹھٹک کر رُک گیا اور تجسس کے مارے مینا کے پیچھے کمرے میں چلا آیا۔ اس نے دیکھا کہ مینا ایک میز پر ٹوکری رکھ کر اس ڈھکن کھول رہی تھی۔ وہ دُبک کر ماجرا دیکھنے لگا۔ مینا نے ٹوکری میں سے ململ کا ایک کپڑا نکالا اور ٹوکری سے باہر پھینکنے لگی۔ جب کافی سارا کپڑا نکل چکا تو چوہے کو مدھم سی آواز سنائی دی۔ آواز کچھ مانوس سی تھی مگر اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ اس نے یہ آواز پہلے کہاں سن رکھی ہے؟ اسے اپنے ذہن پر زیادہ زور دینا نہیں پڑا کیونکہ اگلے ہی لمحے ایک سرخ رنگ کی بلی مینا کے بازوؤں میں دکھائی دے رہی تھی۔ بلی کے جسم پر ہلکے رنگ کے دھبے تھے۔ بلی کافی پلی ہوئی موٹی تازی تھی۔ بلی کو دیکھ کر چوہے کی تو جان کی ہی نکل گئی۔ اس کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا۔ وہ بمشکل وہاں سے بھاگتا ہوا اپنی بل میں گھس گیا۔ مینا نے گھر میں بلی لا کر چوہوں کی شامت بلا دی تھی۔ وہ ہانپتا ہوا وہاں پہنچ گیا جہاں اس کے ساتھی چوہے کھانا کھانے کی تیاریاں

کر رہے تھے۔ انہوں نے جب موٹے چوہے کو دیکھا تو ہنس کر آواز دی کہ وہ بھی کھانے میں شریک ہوجائے کہیں ایسا نہ ہو کہ کھانا ہی ختم ہوجائے۔ موٹا چوہا پریشانی کے عالم میں کرسی پر بیٹھ کر اپنی سانسیں درست کرنے لگا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑی دیکھ کر اس کے ساتھی چوہے بھی پریشان ہوگئے۔ ایک نے پوچھا کہ خیریت تو ہے؟ موٹا چوہا اس دوران سنبھل چکا تھا۔ اس نے ہاتھ ہلا کر بتایا کہ مینا نے ان سے چھٹکارا پانے کیلیے بازار سے بلی منگوالی ہے جو کافی موٹی تازی ہے، اس کی صورت سے تو یوں لگتا ہے جیسے وہ چوہے کھانے میں بڑی ماہر ہے۔ یہ سن کر دوسرے چوہے بھی پریشان ہوگئے۔ ایک چوہا گھبرایا ہوا بولا کہ اب کیا کیا جائے؟ موٹا چوہا کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا کہ ابھی تو میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا مگر آنیوالے وقت میں بلی کا جائزہ لے کر کچھ نہ کچھ ضرور بتاؤں گا؟ تم لوگ اب ذرا احتیاط سے باہر نکلنا کہیں ایسا نہ ہو کہ بلی کے جھپٹے میں آجاؤ۔ سب چوہوں
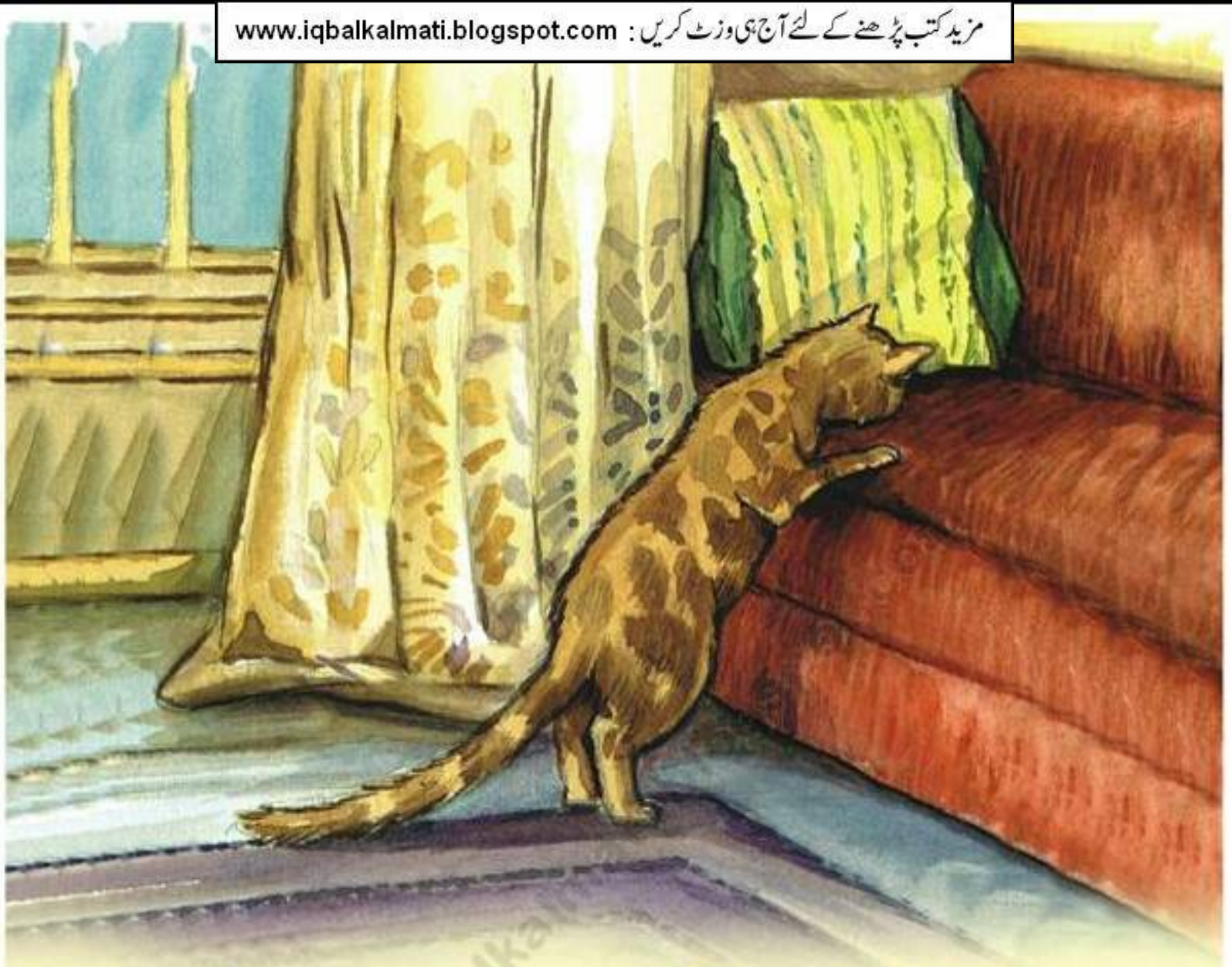
نے وعدہ کیا کہ وہ دیکھ بھال کر باہر نکلا کریں گے۔اس کے بعد چوہے کھانا کھانے میں مصروف ہوگئے۔دوسری طرف مینا بلی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔اس نے بلی کیلئے ٹوکری میں نیا بستر لگایا اور ٹوکری کو میز کے نیچے رکھ دیا۔ بلی کچھ دیر تک تو ٹوکری میں بیٹھی رہی، پھر باہر نکل کر گھر کا جائزہ لینے لگی۔اسے گھر میں سے چوہوں کی بدبو آرہی تھی۔بلی نے کونوں کھدروں میں جھانکا مگر سب چوہے اس کی آمد سے مطلع ہوکر پہلے ہی ہوشیار ہوچکے تھے۔بلی چلتے پھرتے صوفے پر جا پہنچی۔صوفہ بڑا زم تھا۔بلی چوکڑی لگا کر اس پر بیٹھ گئی۔بلی نے اگلے چند دنوں میں ڈھیر سارے بچے دے دیئے جو گھر بھر میں اودھم مچاتے پھرنے لگے۔چوہوں کی تو اب جان پر بن گئی تھی۔ پہلے تو وہ بلی کو جل دے کر کچھ نہ کچھ خوراک حاصل کر ہی لیتے تھے مگر اب وہ جس طرف سے نکلتے، سامنے انہیں بلی کا بچہ کھیلتا ہوا نظر آجاتا۔تھوڑے ہی دنوں میں چوہوں کی خوراک کا ذخیرہ بالکل ختم ہوگیا۔کئی چوہے بھوک سے نڈھال ہوکر باہر نکلے اور بلی کا نوالہ بن گئے۔کچھ چوہے بلی کے بچوں کے ہاتھ لگ گئے جنہوں نے انہیں
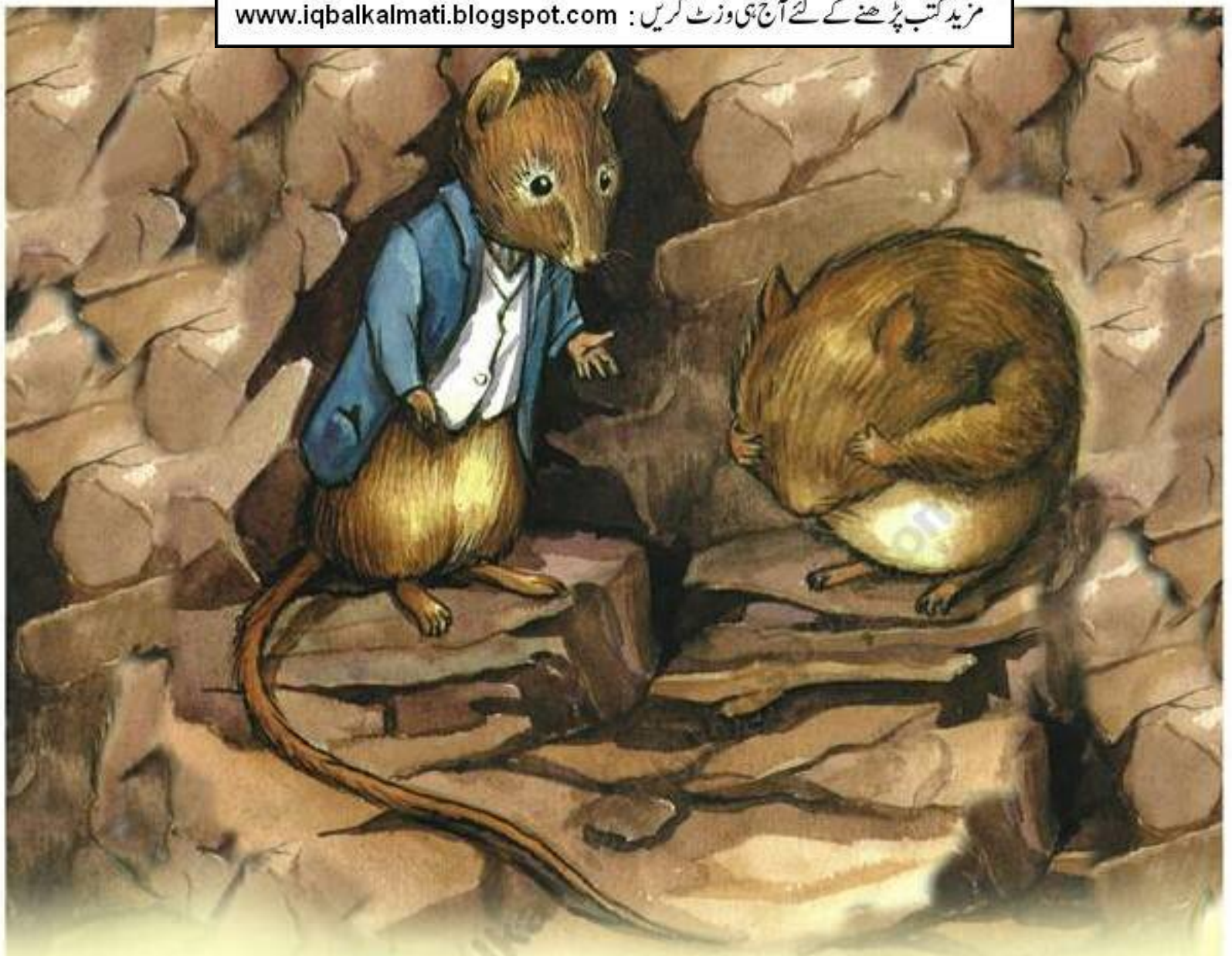
فٹ بال کی طرح اتنا لڑھکایا کہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ تین چار چوہے اب باقی بچے تھے جن میں موٹا چوہا بھی شامل تھا۔ وہ تو کھانا نہ ملنے پر چلنے پھرنے سے قاصر ہو چکا تھا۔ وہ کئی دن سے کھانا نہ ملنے پر اپنی بل کے ایک پتھر پر بیٹھا آنسو بہا رہا تھا۔ اس کا ایک ساتھی چوہا ادھر آ پہنچا۔ اس نے نیلے رنگ کی پرانی سی شرٹ پہن رکھی تھی۔ اس نے موٹے چوہے کو جب آنسو بہاتے دیکھا تو وہ پریشان ہو گیا۔ اس نے موٹے چوہے کے قریب آ کر معاملہ دریافت کیا۔ موٹا چوہا روتا ہوا بولا کہ ''اس کے ساتھی ایک ایک کر کے بلی اور اس کے بچوں کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں، وہ سب دبلے پتلے تھے، اچھی طرح بھاگ سکتے تھے۔ وہ پھرتی کے ساتھ اوپر گھر میں جاتے اور اپنے لئے کھانا چرا کر لاتے۔ اسی کھانے میں اسے بھی کچھ حصہ مل جاتا تھا مگر وہ اب کیا کرے؟ اگر وہ باہر نکلا تو یقیناً بلی کے ہاتھوں لگ جائے گا کیونکہ وہ کافی موٹا ہے اور اچھی طرح تیز بھاگ نہیں سکتا۔ کئی دن گزر چکے ہیں اسے کھانا نصیب نہیں ہوا۔ اب وہ روئے نہ تو اور کرے؟'' دبلے چوہے نے اس کی بات سنی تو

کہنے لگا۔ ''یہ بات تو سچ ہے کہ تم پیٹو چوہے ہو۔ اگر تم مناسب اور کم خوراک کھاتے تو نہ صرف ہمارے پاس کھانا کا ذخیرہ زیادہ دن تک بچ سکتا تھا بلکہ تمہیں بھی نقل و حرکت کرنے میں آسانی رہتی۔ گزرا ہوا وقت کبھی لوٹ کر واپس نہیں آتا۔ تم یہیں ٹھہرو! میں اوپر جا کر کھانے کا کچھ بندوبست کرتا ہوں۔ جو کچھ مل پایا وہ میں لے آؤں گا لیکن تم یہ بات ہمیشہ کیلئے پلے باندھ لو کہ آج بچا کر کھاؤ گے تو بچا ہوا کھانا کل کام آئے گا۔ اگر تم نے اب بھی نہ
لیکن تم یہ بات ہمیشہ کیلئے پلے باندھ لو کہ آج بچا کر کھاؤ گے تو بچا ہوا کھانا کل کام آئے گا۔ اگر تم نے اب بھی نہ
سمجھا تو میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔'' موٹا چوہا اس کی بات سن کر پہلے ہی کافی شرمندہ تھا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ تھوڑی غذا کھائے گا اور اپنے کل کیلئے کچھ نہ کچھ بچا کر رکھے گا۔ دبلا چوہا اسے وہیں چھوڑ کر گھر میں چلا آیا۔ اسے موٹے چوہے کیلئے کھانا چاہئے تھا۔ وہ چھپتا چھپاتا باورچی خانے کی طرف نکل گیا۔ مینا اس

وقت کمرے میں کپڑے سمیٹ رہی تھی۔ بلی اور اس کے بچے کمرے میں اچھل کود کر رہے تھے۔ ڈبلا چوہا محتاط انداز میں باورچی خانے میں پہنچا اور ادھر دیکھ کر اس نے زمین پر پڑا ہوا ایک روٹی کا ٹکڑا اُٹھایا اور واپس دوڑ لگا دی۔ وہ اندھا دھند بھاگ رہا تھا۔ وہ بار بار مڑ کر دیکھتا کہ کہیں بلی اس کے تعاقب میں تو نہیں ہے۔ جب وہ اپنی بل میں گھس آیا تو اس نے شکر کا کلمہ ادا کیا اور سانس درست کر کے موٹے چوہے کے پاس چلا آیا۔ موٹا چوہا روٹی کا بڑا ٹکڑا اس کے پاس دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ ڈبلے چوہے نے روٹی کو توڑ کر نصف کیا اور آدھا ٹکڑا اس کی طرف بڑھا دیا۔ موٹا چوہا یہ دیکھ کر مایوس ہو گیا۔ اتنی سی روٹی سے اس کا بھلا کیا بنے گا؟ اس نے باقی ٹکڑا بھی مانگا مگر ڈبلے چوہے نے اسے کچھ دیر پہلے کا وعدہ یاد دلایا تو وہ شرمندہ ہو گیا دونوں نے مل کر تھوڑا کھانا کھایا۔
دوسری طرف مینا کو بلی کی وجہ سے چوہوں سے تو نجات مل چکی تھی مگر بلی اور اس کے بچوں نے گھر بھر میں اتنی

گندگی پھیلانا شروع کردی کہ مینا کی ناک میں دم آگیا۔ اس نے سوچا کہ کم از کم چوہے گندگی تو نہیں پھیلاتے تھے۔ اس نے اپنے پڑوسی سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ وہ اب کیا کرے؟

پڑوسی نے اسے مشورہ دیا کہ اب چونکہ چوہے گھر میں سے ختم ہو چکے ہیں اس لئے بلی کو پالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ زیادہ بہتر یہی ہے کہ تم بلی اور اس کے بچوں کو بیچ ڈالو۔ اس سے کچھ رقم ہاتھ لگ جائے گی اور روز روز کی مصیبت سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔

مینا کو اس کا مشورہ اچھا لگا۔ اس نے ایک دن بلی کے تمام بچے پکڑ کر ٹوکری میں ڈالے اور ٹوکری کا منہ اچھی طرح بند کر دیا۔ وہ صرف بلی کو گھر میں رکھنا چاہتی تھی اور اس کے بچوں کو فروخت کر کے جان چھڑانا چاہتی تھی۔ بلی نے جب اپنے بچوں کو ٹوکری میں بند دیکھا تو وہ پریشان ہو گئی۔ مینا نے ایک بیل گاڑی روکی اور ٹوکری اس میں رکھ کر بیٹھ گئی بلی بھی چھلانگ مار کر بیل گاڑی میں چڑھ گئی شاید وہ اپنے بچوں کے دور رہنا پسند نہیں کرتی تھی۔ موٹا چوہا گھر کے باہر ایک چھوٹے سے پودے کی آڑ میں سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ جب مینا ٹوکری اور بلی سمیت بیل گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلی گئی تو اس نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ اب اسے بلی کا کوئی خوف نہیں تھا۔ وہ سکون اور بے خوفی سے اپنے لئے کھانا ڈھونڈ سکتا تھا۔ بلی کی آمد سے اسے یہ احساس ہو چکا تھا کہ زیادہ کھانا پینا صحت کیلئے اچھا نہیں ہوتا۔ وہ آئندہ تھوڑا کھانا کھا کر اپنی صحت اچھی بنا سکتا تھا اور کچھ کھانا بچا کر آنے والے کل کی مصیبت سے بھی بآسانی لڑ سکتا ہے۔ اس طرح صحت کی بھی اچھی رہتی اور کل کی فکر میں پریشانی بھی نہ اٹھانا پڑتی۔